خَيْرُ الصَّحَابَةِ اَرْبَعَةٌ

بہترین دوست چار ہیں

خلفائے اربعہ

از
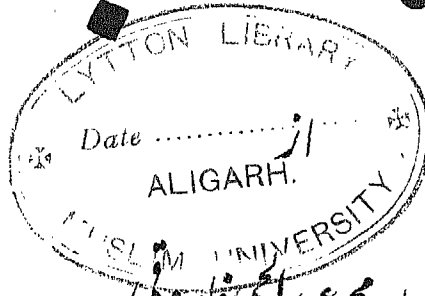
خواجہ محمد عبد الحی فاروقی

مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اَرْحَمُ اُمَّتِيْ بِاُمَّتِيْ

اَبُوْبَكْرٍ

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفٰے
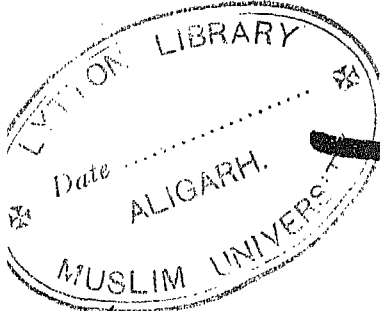
ہجرت

نام ونسب وغیرہ

اسلام سے پیشتر آپ کا نام عبدالکعبہ تھا۔ مگر جب آپ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام عبداللہ رکھدیا آپ کی کنیت ابوبکرؓ اور صدیق وعتیق لقب تھے۔ آپ کے والد کا نام عثمان، اور کنیت ابوقحافہ تھی۔ والدہ کا نام سلمٰی تھا۔ اور کنیت ام الخیر، آپ قریش کی شاخ بنوتیم سے تھے۔ سلسلۂ نسب چھٹی پشت میں رسول اللہ سے جا کر مل جاتا ہے۔ تمام صحابہ کرام میں آپ ہی کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ کی چار پشتیں صحابی تھیں۔ یعنی آپ، آپ کے والد، آپ کے بیٹے عبدالرحمٰن اور آپ کے پوتے محمد بن عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

عہد شباب

آپ کی پیدائش کے دو ڈھائی سال بعد رسول پاک کی ولادت باسعادت ہوئی۔ نوجوانی

ہیں آپ کریمانہ اخلاق اور شریفانہ عادات سے متصف تھے۔ شراب سے سخت نفرت تھی۔ صاحب دولت ہونے کی وجہ سے غریبوں اور محتاجوں کی مدد کرتے تھے۔ ہر طرف آپ کی دیانت، راست بازی اور امانت کا شہرہ تھا۔ آپ کا شغل تجارت تھا۔ اہل مکہ آپ کے علم، تجربہ اور حسن سیرت کی بنا پر بے انتہا عزت و تکریم کرتے تھے۔

والد

آپ کے والد حضرت عثمان بن عامر مکہ کے شریف لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ بہت بڑی عمر پائی تھی۔ فتح مکہ تک تو اپنے پرانے مذہب ہی پر قائم رہے مگر فتح مکہ کے بعد اپنے صاحبزادہ کے ساتھ آنحضرتؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ انھیں کیوں تکلیف دی میں خود ہی ان کے پاس چلا جاتا۔ پھر آپ نے انھیں مشرف بہ اسلام کیا۔

آخر عمر میں ان کی بینائی جاتی رہی تھی۔ اور بہت ضعیف ہو گئے تھے۔ ستانوے ۹۷ برس کی عمر میں سنہ ۱۴ ہجری میں وفات پائی۔

والدہ

آپ کی والدہ ام الخیر ابتدا ہی میں مسلمان ہو گئی تھیں۔ ان سے پہلے صرف انتالیس ۳۹ اصحاب دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ مگر کھلم کھلا اسلام کا اظہار نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت ام الخیر کے اسلام لانے کی صورت یہ ہوئی کہ ایک روز حضرت ابوبکرؓ نے باصرار تمام آنحضرتؐ سے اجازت لے کر عام لوگوں کے سامنے اسلام کے محامد و فضائل بیان کئے مشرکین ان باتوں کے سننے کی تاب نہ لاسکے۔ اور انھیں اس قدر مارا کہ ان کا قبیلہ مشرک ہونے کے باوجود ان کی امداد کے لئے آمادہ ہو گیا۔

گھر پہنچے تو اپنے رشتہ داروں کو اسلام لانے پر ابھارتے رہے صبح ہوئی تو والدہ

کو لے کر حضرت ارقم کے گھر پہونچے اور رسول اکرم سے درخواست کی کہ میری والدہ کو مسلمان کر لیجیے۔ ان کی بہت طویل عمر ہوئی ۔ حضرت ابو بکر کی خلافت تک زندہ تھیں البتہ اپنے خاوند سے قبل فوت ہو گئیں ۔

اسلام

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بچپن ہی سے محبت تھی ۔ اور آپ کے مخصوص دوستوں میں آپ کا شمار تھا۔ تجارت میں بھی کئی مرتبہ آپ کے ساتھ ہم سفر رہے ۔ جب اللہ نے آنحضرت کو خلعت نبوت سے سرفراز فرمایا تو سب سے پہلے جس شخص نے اسلام قبول کیا، وہ آپ ہی تھے ۔

اب آپ نے اپنی تمام سعی و کوشش اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں صرف کر دی ۔۔۔ چنانچہ آپ کی دعوت پر وہ لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے جو آگے چل کر درخشان نجوم و کواکب ثابت ہوئے ۔ حضرت عثمان بن عفان ۔ زبیر بن العوام ، عبد الرحمن بن عوف ، سعد بن ابی وقاص ۔ طلحۃ بن عبید اللہ ، عثمان بن مظعون ، ابو عبیدہ ، ابو سلمہ ، اور حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہم آپ ہی کی کوشش کے ثمرات و نتائج تھے ۔

آپ نے اپنے مکان کے صحن میں ایک مسجد بنالی تھی ۔ اس میں اللہ کی عبادت اور قرآن کریم کی تلاوت میں مشغول رہتے ۔ تلاوت کے وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے، یہ منظر دیکھ کر راستہ چلنے والے بھی ٹھہر جاتے ۔ اور اثر پذیر ہوتے ۔ مسلمان غلاموں کے کافر سنگ دل "آقا" انہیں "تکلیف" دیتے تو آپ کا رقت انگیز دل کڑھتا ۔ آپ کی دولت ان

لوگوں کے لئے وقف تھی۔ چنانچہ بلال، عامر بن فہیرہ اور ہندیہ وغیرہ کی آزادی آپ ہی کی رہین منت تھی۔ آپ کی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ کا نکاح بھی رسول اللہ صلعم سے ہو گیا تھا۔

ہجرت اور واپسی

مشرکین کی تکلیف و مصیبت سے تنگ آکر ایک مرتبہ آپ نے حبشہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا۔ جب مقام برک الغماد تک پہونچے تو قبیلہ قارہ کے رئیس ابن الدغنہ سے ملاقات ہوئی اسے جب معلوم ہوا کہ آپ ہجرت کر رہے ہیں۔ تو اس نے آپ کو اس ارادہ سے باز رکھا۔ اور کہا کہ اگر آپ کی قوم آپ کو جلا وطن کرتی ہے تو میں تمہیں پناہ دیتا ہوں۔ اپنے وطن میں رہ کر اپنے اللہ کی عبادت کرو۔ چنانچہ آپ واپس تشریف لے آئے ابن الدغنہ نے سرداران قریش سے کہا کہ تم ایسے شخص کو جلا وطن کرتے ہو جو مفلسوں کا معاون مصیبت زدوں کا دست گیر قرابت داروں کا نگران اور مہمان نواز ہے میں انھیں اپنی پناہ میں لیتا ہوں۔ وہ اپنے گھر میں رہ کر عبادت کریں گے۔ قریش نے ابن الدغنہ کی امان تسلیم کر لی۔ اور کچھ دنوں تک حضرت ابو بکر اطمینان کے ساتھ عبادت میں مصروف رہے۔ مگر آخر میں ابن الدغنہ کی امان واپس کر دی۔ اور فرمایا کہ میرے لئے اللہ اور اس کے رسول کی پناہ کافی ہے۔

مدینہ کی تیاری

جب کفار کے مظالم حد سے بڑھ گئے تو آپ نے پھر ایک مرتبہ ہجرت کا ارادہ کیا۔ بہت سے مظلوم و ستم رسیدہ فرزندان اسلام مدینہ میں پناہ لے چکے تھے۔ چنانچہ آپ نے بھی مدینہ ہی کا قصد کیا۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابھی جلدی نہ کرو،

اس بات پر چار ماہ گذر گئے ۔ آں حضرت ویسے تو عموماً صبح و شام حضرت ابوبکرؓ کے گھر تشریف لایا ہی کرتے تھے ۔ مگر ایک روز آپ منہ چھپائے نا وقت پہونچ گئے ۔ اور فرمایا مجھے ہجرت کا حکم ملا ہے اور تم بھی چلنے کی تیاری کرو ۔

حضرت عائشہ اور حضرت اسماءؓ نے جلدی جلدی سامان سفر درست کیا ۔ حضرت اسماءؓ کو جلدی میں توشہ دان کے لئے کچھ نہ ملا ۔ تو اپنا کمر بند ہی پھاڑ کر باندھ دیا ۔ حضرت ابوبکرؓ نے ہجرت کے لیے دو اونٹ تیار کر رکھے تھے ۔ ایک اُنھوں نے آپ کی خدمت میں پیش کیا اور دوسرے پر خود سوار ہوئے ۔

غار ثور

روانگی کے بعد پہلی منزل غار ثور تھی ۔ حضرت ابوبکرؓ نے اندر جا کر اس کو اچھی طرح سے صاف کیا اور تمام سوراخ بند کر دیئے پھر رسول اللہ اپنے رفیق کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے ۔ اتفاقاً ایک سوراخ بند ہونے سے رہ گیا تھا ۔ اس میں سے ایک زہریلے سانپ نے نکل کر حضرت ابوبکرؓ کے پاؤں میں کاٹ لیا اور درد کی وجہ سے ان کے آنسو نکل پڑے اور ایک قطرہ آں حضرت کے روئے انور پر گر گیا ۔ آپ نے آنکھ کھول کر پوچھا تو اُنھوں نے عرض کی کہ سانپ نے کاٹ لیا ہے ۔ آپ نے اپنا لعاب مبارک اس جگہ پر لگا دیا اور زہر کا اثر بالکل دور ہو گیا ۔

حضرت ابوبکرؓ کے صاحب زادہ حضرت عبداللہ شب کے وقت شہر کے تمام واقعات کی اطلاع دینے کے لیئے آتے ۔ آپ کے غلام عامر بن فہیرہ دن بھر مکہ کی چراگاہ میں بکریاں چراتے اور رات کو غار کے پاس لے آتے ۔ صبح کے وقت جب عبداللہ واپس جاتے تو یہ ان کے پیچھے پیچھے بکریاں لے جاتے کہ ان کے پاؤں کے نشانات مٹ جائیں ۔

کفار کی تلاش

جس شب کو آں حضرت نے ہجرت فرمائی ابوجہل اور اس کے ساتھی کاشانہ نبوت کا محاصرہ کئے رہے۔ صبح کو اندر داخل ہوئے تو بے نیل مرام واپس لوٹے۔ یہاں سے وہ لوگ حضرت ابوبکر کے گھر گئے اور حضرت اسماء سے ان کے والد کا پتہ دریافت کیا انھوں نے لاعلمی ظاہر کی تو انھیں یقین ہو گیا کہ دونوں مل کر چلے گئے ہیں انھوں نے اعلان کر دیا کہ جو شخص محمدؐ کو گرفتار کرے گا اسے ایک سو اونٹ انعام میں ملیں گے۔ لوگوں نے ہر طرف تلاش شروع کر دی بعض غار تک بھی پہونچ گئے حضرت ابوبکر یہ دیکھ کر گھبرا گئے۔ مگر ہمارے رسول نے ارشاد فرمایا تم غم نہ کرو۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ چنانچہ کفار ادھر ادھر تلاش کر کے ناکام واپس لوٹ گئے۔

تین دن اور تین رات کے بعد یہ قافلہ یہاں سے روانہ ہوا۔ حضرت ابوبکر کے پیچھے ان کا غلام عامر بن فہیرہ بیٹھ گیا۔ عبداللہ بن اریقط آگے آگے راستہ بتاتا جاتا تھا۔ دوران سفر میں حضرت ابوبکر نے سراقہ بن جعشم کو دیکھ لیا جو قریش کی طرف سے آنحضرت کی تلاش کر رہا تھا قریب آیا تو اس کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے اس نے اتر کر فال نکالی جواب ملا کہ ان کا تعاقب نہ کرو۔ مگر وہ پھر آگے بڑھا اور پھر وہی ہوا۔ آخر آپ سے امان کا پروانہ لے کر واپس چلا گیا حضرت ابوبکر نے بارہا سفر کیا تھا۔ لوگ انہیں جانتے پہچانتے تھے آنحضرت کو دیکھ کر پوچھتے کہ یہ کون ہیں تو آپ فرماتے کہ یہ ہمارے رہنما ہیں اسی طرح منزل بمنزل دشمنوں سے بچتے بچاتے بارہ ۱۲ ربیع الاول نبوت کے چودھویں سال مدینہ منورہ پہنچ گئے قبا میں قیام فرمایا۔ آنحضرت تشریف رکھتے تھے۔ اور حضرت ابوبکر کھڑے ہو کر لوگوں کا استقبال کرتے تھے جن لوگوں نے ابتک آنحضرت کے روئے اطہر کی زیارت نہیں کی تھی۔ وہ غلطی سے حضرت ابوبکر کے گرد جمع ہوتے

لگے آپ اس کو سمجھ گئے اور اپنی چادر سے رسول اکرم پر سایہ کردیا تب لوگوں نے خادم اور مخدوم میں تمیز کرلی ۔

رسول پاک کی رحلت

مدینہ میں قیام

چند روز تک قبا میں رہنے کے بعد رسول کریم مدینہ تشریف لے آئے اور حضرت ابو ایوب انصاری کے مکان میں فروکش ہوئے ۔ حضرت ابوبکر صدیق یہاں کے ایک معزز رئیس حضرت خارجہ بن زید بن ابی زہیر کے مکان میں ٹھہرے کچھ دنوں کے بعد آپ کے اہل وعیال بھی حضرت طلحہ کے ساتھ آ گئے جب مہاجرین وانصار کے درمیان مواخات کا سلسلہ قائم ہوا تو آپ کا بھائی چارہ حضرت خارجہ بن زہیر سے قایم کردیا گیا ۔

مسلمانوں کو امن کی جگہ جو مل گئی تو اب سب طرف سے مسلمان آنا شروع ہوگئے اس لئے رسول اللہ کو مسجد کی تعمیر کا خیال آیا پاس ہی زمین کا ایک ٹکڑا تھا جس کے مالک دو یتیم بچے تھے ۔ حضرت ابوبکر نے اپنے پاس سے ان بچوں کو زمین کی قیمت ادا کردی اور سب نے مل کر اس جگہ مسجد تعمیر کی جس کا نام مسجد نبوی زبان زد خاص وعام ہے ۔

جنگ بدر

مکہ سے مسلمان اس لئے بھاگے تھے کہ مدینہ میں اطمینان کے ساتھ اللہ کا نام لیں گے ۔ مگر دشمنوں نے یہاں بھی چین سے بیٹھنے نہ دیا اور گران فوج لے کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سپہ سالاری کے فرائض ادا کرنا پڑے اس جنگ میں حضرت ابوبکر نے اپنی جاں بازی کے خوب ہی جوہر دکھائے - ایک مرتبہ آں حضرت سجدہ میں سر رکھے دعا فرما رہے تھے کہ اے اللہ! میری مدد کر - اپنا عہد پورا کر - کیا تو چاہتا ہے کہ اس زمین کی پشت پر تیرا نام لینے والا کوئی بھی باقی نہ رہے - حضرت ابوبکر نے عرض کی کہ آپ مضطرب نہ ہوں اللہ آپ کو کامیاب کریگا - اس جنگ میں کفار کے ستر آدمی قید ہوئے تو رسول اللہ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے آپ کو سب سے زیادہ حضرت ابوبکر ہی کی رائے پسند آئی اور آپ نے اسی پر عمل کیا -

احد کی لڑائی

بدر کی ذلت آمیز شکست کا بدنما داغ دور کرنے کے لئے کفار اگلے سال پھر مدینہ پر حملہ آور ہوئے احد کے میدان میں پہلے تو مسلمانوں کو کامیابی ہوئی مگر تیر اندازوں کی غلطی سے بعد کو مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے - خود آں حضرت بھی اس میں زخمی ہو گئے اس وقت جو صحابہ کرام ثابت قدم رہے اُن میں حضرت ابوبکر صدیق بھی تھے ابوسفیان نے پہاڑی پر چڑھ کر سب سے پہلے رسول کریم کو پکارا جب ادھر سے جواب نہ ملا تو پھر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو پکارا -

کفار جب یہاں سے واپس چلے گئے تو دوسرے روز مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا ان تعاقب کرنے والوں میں حضرت ابوبکر بھی تھے اس کے بعد اور جتنی لڑائیاں ہوئیں ان میں آپ برابر شریک رہے -

غزوہ مصطلق

سنہ ہجری میں غزوۂ بنی مصطلق پیش آیا - لشکر اسلام منظفر و منصور واپس آرہا تھا کہ مدینہ کے قریب لشکر نے رات کے وقت پڑاؤ کیا - اور صبح کو روانہ ہو گیا - اتفاقاً اس وقت حضرت عائشہ

قضائے حاجت کے لئے گئی ہوئی تھیں۔ واپس آنے پر معلوم ہوا کہ گلے کا ہار کہیں گر گیا ہے۔ اس کی تلاش میں پھر واپس گئیں۔ ہار لے کر آئیں تو لشکر روانہ ہو چکا تھا۔ اسی جگہ بیٹھ گئیں۔ حضرت صفوان بن معطل ایک ضعیف اور بوڑھے صحابی لشکر کے پیچھے پیچھے رہتے تھے کہ کوچ کے بعد قیام گاہ کا جائزہ لے لیا کریں۔ انھوں نے حضرت عائشہ کو دور سے دیکھ لیا اور اونٹ پر بٹھا کر مدینہ لے آئے۔

منافقین نے اس واقعہ کو بہت ہی بری شکل میں پیش کیا۔ بعض مسلمان بھی اس دھوکے میں آ گئے۔ حضرت ابوبکر کے پروردۂ نعمت مسطح بن اثاثہ بھی آلودہ دامن ہو گئے۔ حضرت ابوبکر کو اس الزام پر جس قدر رنج ہو سکتا تھا۔ ظاہر ہے خود رسول اکرم بھی سخت مضطرب اور پریشان تھے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہمیشہ کے لئے حضرت عائشہ کی پاک دامنی کا اعلان کر دیا۔

حضرت ابوبکر کو مسطح سے بہت زیادہ رنج تھا۔ اس لئے وہ ان کی امداد و اعانت سے دست بردار ہو گئے۔ مگر جب اللہ کی طرف سے یہ حکم نازل ہوا کہ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں بخش دے تو حضرت ابوبکر نے کہا اللہ کی قسم میں چاہتا ہوں کہ خدا مجھے بخش دے۔ اور پھر ہمیشہ کے لئے مسطح کے مصارف کے کفیل بن گئے۔

حدیبیہ کی صلح

زیارت کعبہ کے خیال سے آنحضرت ۶ ہجری میں چودہ سو صحابہ کرام کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ قریب پہونچنے پر معلوم ہوا کہ قریش مزاحم ہوں گے۔ آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا تو حضرت ابوبکر نے عرض کی کہ ہم صرف زیارت کی غرض سے جا رہے ہیں اگر کوئی روکے گا تو ہم اس سے جنگ کریں گے۔ چنانچہ آپ آگے بڑھے اور حدیبیہ میں ٹھہر گئے۔

گفتگوئے صلح کے لئے حضرت عثمان کو مکہ بھیجا گیا۔ ان کے آنے میں تاخیر ہوئی تو یہ مشہور ہو گیا

کہ کفار نے انہیں شہید کر دیا ہے۔ اس پر وہ بیعت ہوئی جو بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہے۔ قریش اس سے خوف زدہ ہو گئے اور صلح کے لئے عروہ بن مسعود کو سفیر بنا کر بھیجا۔ دوران گفتگو میں اس نے کہیں یہ کہہ دیا کہ اے محمدؐ میں آپ کے ساتھ ایسے چہرے دیکھتا ہوں جو وقت پڑنے پر بھاگ جائیں گے۔ صحابہ کرام سن کر طیش میں آ گئے یہاں تک کہ حضرت ابو بکر بھی ناراض ہو کر کہنے لگے کیا ہم اللہ کے رسول کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ جب اسے معلوم ہوا کہ اس جملہ کے کہنے والے حضرت ابو بکرؓ ہیں تو اس نے کہا کہ اگر آپ کا مجھ پر احسان نہ ہوتا تو میں نہایت سخت جواب دیتا۔

آخر صلح ہو گئی۔ مگر جو شرائط طے ہوئے حضرت عمرؓ ان سے خوش نہ تھے وہ جوش میں بھرے ہوئے حضرت ابو بکر کے پاس آئے۔ اور کہا کہ کیا ہم حق پر اور کفار باطل پر نہیں۔ ہم کیوں دب کر صلح کریں حضرت ابو بکر نے ارشاد فرمایا کہ آنحضرت اللہ کے رسول ہیں۔ آپ اس کی کبھی نافرمانی نہیں کر سکتے۔ وہ ضرور آپ کی مدد کرے گا۔

بقیہ غزوات

سنہ ہجری میں خیبر پر فوج کشی ہوئی تو اس کے سب سے پہلے سپہ سالار حضرت ابو بکر ہی تھے۔ بعد کو یہ عہدہ حضرت علی کے سپرد کیا گیا۔ شعبان میں بنو کلاب کی مہم پر آپ مامور کئے گئے اور کامیاب ہوئے پھر بنو فزارہ کی تادیب کے لئے ایک مہم روانہ کی گئی تو اس میں بھی آپ شریک تھے۔ سنہ ہجری میں کفار مکہ نے حدیبیہ کی صلح کی خلاف ورزی کی تو انہیں سزا دینے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئے آپ کے فاتحانہ داخلہ کے وقت حضرت ابو بکر بھی آپ کے ہمرکاب تھے۔

مکہ سے واپسی پر بنو ہوازن نے لڑائی کا اعلان کر دیا۔ اس جنگ میں جو صحابہ کرام ثابت قدم

رہے۔ ان میں حضرت ابوبکر بھی تھے آگے بڑھے تو طائف کا محاصرہ کیا گیا جس میں آپؓ کے فرزند حضرت عبداللہ زخمی ہو گئے اور آخر اسی زخم سے ..... آپ کی خلافت کے ابتدائی ایام میں ان کی شہادت ہوگئی۔

سنہ ۹ ہجری میں یہ خبر اڑی کہ قیصر روم مسلمانوں پر حملہ کرنے والا ہے رسول اللہ نے اس جنگ کے لئے خاص طور پر صحابہ کرام کو جوش دلایا۔ اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دی حضرت ابوبکر کے پاس جو کچھ تھا۔ سب کا سب دربار رسالت میں حاضر کر دیا آپ نے پوچھا کہ گھر میں کیا چھوڑا تو عرض کی اللہ اور اس کا رسول۔

اسی سال رسول اللہ نے آپ کو امیر حج بنا کر مکہ روانہ کیا۔ اور فرمایا کہ اس اجتماع میں وہ اعلان کر دیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے۔ برہنہ شخص خانہ کعبہ کا طواف نہ کرے۔ اسی زمانہ میں سورۂ براۃ نازل ہوئی تو رسول اللہ نے آپ کی امداد کے لئے حضرت علی کو روانہ کیا۔

فراست صدیق

سنہ ۱۰ ہجری میں رسول اللہ نے حجۃ الوداع کیا حضرت ابوبکر بھی آپ کے ساتھ تھے۔ واپسی پر آں حضرت نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ اللہ نے ایک بندہ کو اختیار دیا کہ وہ دنیا اور آخرت میں سے ایک کو پسند کرے لیکن اس نے آخرت کو ترجیح دی۔ حضرت ابوبکر یہ سنکر رونے لگے تو صحابہ کرام کو اس پر تعجب ہوا۔ مگر انہیں بہت جلد معلوم ہو گیا کہ حضرت ابوبکر کا رونا بالکل صحیح تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس تقریر کے بعد بیمار ہو گئے اور جب مسجد میں تشریف لانے سے معذور ہو گئے تو آپ نے حضرت ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ حضرت عائشہ کو

خیال ہوا کہ لوگ اس پر حسد کریں گے ۔ اس لئے انھوں نے حضرت حفصہ کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ دربار رسالت میں یہ عرض کریں کہ ابو بکر رقیق القلب ہونے کی وجہ سے امامت کے لیے موزوں نہیں ۔ آپ حضرت عمر کو اس جلیل القدر منصب پر مامور فرما دیں ۔ مگر آپ نے فرمایا کہ اللہ صرف ابو بکر ہی کی امامت سے راضی ہو سکتا ہے ۔

چنانچہ حضرت ابو بکر آپ کی بیماری کے دوران میں نماز پڑھاتے رہے ۔ کچھ دنوں کے بعد آپ کو مرض سے کچھ افاقہ ہوا تو حضرت ابو بکر اجازت لے کر مقام سنح کو چلے گئے جہاں ان کی بیوی خارجہ بنت زہیر رہتی تھیں ۔ وہاں سے واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم قدس کو سدھار چکے تھے ۔ اور مسجد کے دروازہ پر ایک ہنگامہ بپا تھا ۔ آپ کسی سے کچھ نہ بولے سیدھے حضرت عائشہ کے گھر میں داخل ہوئے رسول اللہ کی نورانی چہرہ کو بے نقاب کر کے جبیں مبارک کو بوسہ دیا ۔ اور رو کر کہا جو موت آپ کے لئے مقرر ہو چکی تھی اس کا مزہ آپ چکھ چکے ۔ اب اس کے بعد آپ پر کوئی دوسری موت نہیں آئیگی باہر آئے تو دیکھا حضرت عمر تقریر کر رہے ہیں ۔ آپ نے انہیں بٹھانا چاہا مگر انھوں نے وارفتگی میں کچھ خیال نہ کیا ۔ آپ نے الگ کھڑے ہو کر تقریر شروع کر دی ۔ سب کے سب آپ کی طرف جھک پڑے آپ نے فرمایا کہ جو لوگ محمدؐ کی پرستش کر رہے تھے انھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ آپ کی وفات ہو گئی اور اگر وہ اللہ کو پوجتے تھے تو وہ زندہ ہے کبھی نہ مرے گا اس تقریر سے سب کے شبہات دور ہو گئے ۔

خلافت

از ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ تا ۲۱ جمادی الثانی ۱۳ھ

سقیفہ بنی ساعدہ

مدینہ کے انصار اوس اور خزرج میں تقسیم تھے۔ خزرج کے رئیس حضرت سعد بن عبادہ تھے۔ جن کا مکان مدینہ کے بازار کے قریب تھا۔ اس کے پاس بیٹھنے کے لئے ایک سائبان بنا ہوا تھا جس کا نام سقیفہ بنی ساعدہ تھا۔

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا اعلان ہوا تو منافقین نے فتنۂ خلافت کھڑا کر دیا اور انصار نے سقیفہ بنی ساعدہ میں اس پر بحث شروع کر دی۔ وہ اپنے آپ کو سب سے زیادہ حق دار خلافت سمجھتے تھے۔ اور ان کا رجحان حضرت سعد بن عبادؓ کی طرف تھا حضرت سعد نے انصار کے محامد و اوصاف بیان کر کے کہا کہ خلافت رسول تمہارا حق ہے۔ تم اس میں کسی کی مخالفت کی پروانہ کرو۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی۔ کہ مہاجرین کو بھی اس کی اطلاع مل گئی اسی وقت حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح وہاں آگئے اور بات چیت شروع ہوئی انصار نے بحث ختم کرنے کے لئے آخری صورت یہ پیش کی کہ ایک امیر انصار میں سے ہو۔ اور دوسرا مہاجرین میں سے ظاہر ہے کہ اس دوعملی کے کس قدر برے نتائج پیدا ہوتے۔ ہر شخص اس حقیقت

سے واقف تھا کہ قبائل عرب عموماً اور قریش خصوصاً انصار کے سامنے اپنی گردن خم کرنے کو کبھی تیار نہ ہوں گے اور پھر خود انصار میں بھی اختلاف موجود تھا۔

حضرت ابو بکر نے ان تمام امور کو پیش نظر رکھ کر فرمایا کہ امرا مہاجرین میں سے ہوں اور وزرا انصار میں سے۔ اس میں شک نہیں کہ انصار بہت سے مکارم و فضائل کے مالک ہیں۔ لیکن عرب قریش کے سوا اور کسی کے آگے جھکنے کو تیار نہیں مہاجرین کو آپ سے اسلام میں تقدم حاصل ہے اور پھر وہ نسباً بھی آنحضرت کے زیادہ قریب ہیں یہ ابو عبیدہ بن الجراح اور عمر بن الخطاب ہیں۔ ان میں سے جس کے ہاتھ پر چاہو بیعت کرو۔

یہ تقریر ختم ہی ہوئی تھی کہ حضرت عمر نے آگے بڑھ کر حضرت ابو بکر کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ اس لیے کہ آپ ہم سب سے بہتر ہیں۔ اور رسول اللہ بھی آپ کو سب سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ اس مجمع میں حضرت ابو بکر سے بڑھ کر اور کوئی معزز و محترم نہ تھا۔ اس لیے بلا چون و چرا سب نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی

پہلی تقریر

دوسرے روز مسجد میں عام بیعت ہوئی اور آپ نے منبر پر بیٹھ کر حسب ذیل تقریر کی لوگو! اللہ کی قسم میں امارت کا آرزومند نہ تھا۔ میں نے کھلم کھلا اور چھپ کر کبھی بھی اللہ سے اس کی دعا نہیں کی اور نہ مجھے اس کا شوق تھا۔ مگر مجھے خوف پیدا ہوا کہ کہیں فتنہ نہ پیدا ہو جائے اس بنا پر یہ بوجھ اٹھانے کو آمادہ ہو گیا ہوں۔ میرے لئے اس میں کوئی راحت نہیں بلکہ اتنا بڑا بوجھ مجھ پر ڈال دیا گیا ہے کہ میں اس کا متحمل نہیں ہو سکتا اور اللہ کی نصرت و یاوری کے بغیر میں اسے پورا نہیں کر سکتا کاش اس جگہ پر کوئی دوسرا

شخص ہوتا جو مجھ سے زیادہ اس بوجھ کے اٹھانے کی قابلیت رکھتا۔
میں تم پر حاکم مقرر کیا گیا ہوں حالانکہ میں تم سب سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر اچھا کام کروں تو میری مدد کرو۔ اور اگر غلطی کروں تو اصلاح کر دینا۔ سچائی امانت ہے۔ اور جھوٹ بد دیانتی ان شاء اللہ تمہارا کمزور بھی میرے نزدیک قوی ہے۔ یہاں تک کہ اس کا حق دلوا دوں۔ اور تمہارا قوی آدمی بھی میرے نزدیک کمزور ہے۔ جب تک اس سے حق نہ لے لوں۔ جو قوم جہاد فی سبیل اللہ کو ترک کر دیتی ہے۔ اللہ اس کو ذلیل و رسوا کر دیتا ہے اور جن لوگوں میں بدکاری عام ہو جاتی ہے۔ ان پر بلا بھی عام ہو جاتی ہے اگر اللہ اور رسول کی اطاعت کروں تو میری اطاعت کرو۔ اور اگر میں نافرمانی کروں تو اس وقت میری اطاعت تم پر لازم نہیں

فسادات کا ظہور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا اعلان ہوتے ہی سب طرف فتنہ و فساد کا بازار گرم ہو گیا۔ کچھ لوگ ایسے تھے جنہوں نے نبوت کا دعویٰ کر کے اپنی اپنی جماعت بنانی شروع کر دی۔ ایک طرف مرتدین اسلام سے منحرف ہو گئے تھے اور اسلام کے خلاف بغاوت کا جھنڈا کھڑا کر چکے تھے۔ ایک گروہ مسلمانوں کا تھا جو نماز و روزہ کا تو پابند تھا۔ مگر زکوٰۃ دینے سے انکار کرتا تھا۔

ان مشکلات و موانع کے دوران میں آپ کی خلافت کا اعلان ہوا۔ رسول اللہ نے اپنی وفات سے قبل حضرت اسامہ بن زید کو ایک فوج کا سردار بنا کر شام پر حملہ کرنے پر مامور کیا تھا تاکہ جنگ موتہ میں جو حضرت زید بن حارثہ شہید ہوئے ہیں ان کا انتقام لیا جائے۔ لشکر ابھی روانہ نہیں ہوا تھا کہ آنحضرت بیمار ہو گئے اس لئے اس لشکر کی روانگی

رک گئی۔ آپ کا انتقال ہو گیا تو صحابہ نے حضرت ابو بکر کو یہ مشورہ دیا کہ آپ فی الحال اس فوج کی روانگی ملتوی کر دیں۔ اس لئے کہ ہر طرف فتنہ نے سر اُٹھا لیا ہے اور اس لشکر میں مسلمانوں کے چیدہ چیدہ افراد شامل ہیں فتنہ دب جائے تو اسے روانہ کر دیجئے گا۔ حضرت ابو بکر نے اس مشورہ کو قبول کرنے سے سختی کے ساتھ انکار کر دیا اور فرمایا قسم ہے اس اللہ کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر میں جان لوں کہ درندے مجھے پھاڑ کھائیں گے پھر بھی اس لشکر کو روانہ کرنے سے باز نہیں رہوں گا خواہ بستیوں میں میرے سوا کوئی بھی نہ رہ جائے۔

لشکر کی روانگی

حضرت اسامہ زید بن حارثہ کے بیٹے تھے۔ جو آں حضرت کے غلام تھے اسوقت ان کی عمر کل سترہ سال کی تھی۔ انصار نے حضرت عمر کی معرفت حضرت ابو بکر کی پاس پیغام بھیجا کہ اگر آپ کو لشکر بھیجنا ہی ہے تو کسی سن رسیدہ شریف النسل کو اس کا امیر مقرر فرما دیجئے آپ یہ سن کر غصہ سے بے تاب ہو گئے۔ اور حضرت عمر کی ڈاڑھی پکڑ کر فرمایا کہ رسول اللہ نے تو اسامہ کو سردار مقرر کیا ہے اور میں اسے برطرف کر دوں؟

آخر لشکر روانہ ہوا حضرت اسامہ گھوڑے پر سوار تھے اور خلیفہ ان کے ساتھ پیدل چل رہا تھا۔ اسامہ نے کہا یا تو آپ سوار ہوں، ورنہ مجھے اترنے کی اجازت دیں آپ نے فرمایا نہ میں خود سوار ہوں گا اور نہ تمہیں پیادہ ہونے کی اجازت دوں گا اسی فوج میں حضرت عمر بھی شامل تھے۔ ان کا مدینہ میں رہنا ضروری تھا۔ حضرت ابو بکر نے اسامہ سے کہا کہ اگر مناسب سمجھو تو عمر کو میری امداد کے لئے یہاں چھوڑ دو حضرت اسامہ نے اجازت دے دی وداع کے وقت آپ نے فرمایا۔

لوگو ٹھہرو میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔ اسے یاد رکھنا خیانت سے بچنا۔ مال نہ چھپانا بے وفائی سے پرہیز کرنا۔ مثلہ نہ کرنا، بوڑھوں، بچوں، اور عورتوں کو قتل نہ کرنا۔ کھجوروں اور پھل لانے والے درختوں کو نہ کاٹنا کھانے کے سوا اور کسی کام کے لئے جانوروں کو ذبح نہ کرنا تمہیں ایسے لوگ بھی ملیں گے جو خانقاہوں میں عبادت کے لیے بیٹھے ہوں گے انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینا ان لوگوں پر بھی گذرو گے جو تمہارے پاس قسم قسم کے کھانے برتنوں میں لائیں گے اس میں سے تمہیں کھانا ہو تو اللہ کا نام لے کر کھالینا تمہارا گذر ایسے لوگوں پر بھی ہو گا جن کے سروں میں شیطان نے گھونسلہ بنا رکھا ہو گا۔ ان کو تلوار سے کاٹ ڈالنا اب اللہ کے نام پر روانہ ہو جاؤ اللہ تم کو دشمنوں کے نیزوں اور طاعون سے بچائے۔

یکم ربیع الثانی سلہ ہجری کو یہ لشکر مدینہ سے روانہ ہو کر حدود شام میں پہونچا اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کا انتقام لے کر چالیس روز کے بعد مظفر و منصور واپس آیا حضرت ابوبکر نے صحابہ کرام کے ساتھ شہر سے باہر نکل کر اس کا استقبال کیا۔

مدعیان نبوت

آں حضرت ہی کی حیات طیبہ میں بعض جھوٹے نبی پیدا ہو گئے تھے مسیلمہ کذاب نے سنہ ۱۰ھ میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اور رسول اکرم کو ایک خط میں لکھا تھا کہ میں نبوت میں آپ کا شریک ہوں نصف دنیا آپ کی ہے اور نصف میری آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ زمین اللہ کی ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے گا اس کا وارث بنائے گا اور انجام کار نیکو کاروں کے لئے ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اور بھی جھوٹے نبی پیدا ہو گئے جن کی

تفصیل حسب ذیل ہے

طلحہ بن خویلد

یہ قبیلہ بنو اسد کا سردار تھا۔ دعوائے نبوت میں اس کا قبیلہ بھی اس کی اعانت پر تھا۔ بنو طی بھی اس کے ساتھ تھے۔ قبیلہ غطفان جس کا سردار عینیہ بن حصن فزاری تھا چند مخصوص افراد کے سوا اس کا ہم نوا تھا۔ حاتم طائی کے بیٹے حضرت عدی اس وقت مدینہ ہی میں تھے حضرت ابوبکر سے اجازت لے کر وہ اپنی قوم کے پاس گئے اور سمجھا بجھا کر انہیں اسلام پر لے آئے۔

حضرت خالد بن الولید ۱۱ھ ہجری میں ثابت بن قیس انصاری کے ساتھ مہاجرین وانصار کی جمعیت لے کر مدعیان نبوت کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے بنو طے تو پہلے ہی حضرت عدی بن حاتم کی سعی وکوشش سے راہ راست پر آگئے تھے قبیلہ جدیلہ بھی ان کو دیکھ کر اسلام میں داخل ہو گیا۔ ان دونوں قبیلوں سے حضرت خالد کو ایک ہزار آزمودہ کار سپاہی ہاتھ آگئے۔ یہ تمام فوج بزاخہ میں خیمہ زن ہوئی اور طلحہ کو شکست دی۔ جو بھاگ کر شام چلا گیا اور پھر ذلت ورسوائی کے بعد مسلمان ہو گیا

مسیلمہ کذاب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں یمامہ کا قبیلہ بنو حنیفہ مسلمان ہو چکا تھا۔ جب اس کے سردار مسیلمہ بن حبیب نے آپ کی علالت کی خبر سنی تو نبوت کا دعوی کر دیا۔ حضرت ابوبکر نے اس کی سرکوبی کے لئے حضرت شرجیل بن حسنہ اور حضرت عکرمہ کو روانہ کیا۔ اور حکم دیا کہ جب دونوں فوجیں جمع ہو جائیں اس وقت بنو حنیفہ سے جنگ کی جائے حضرت عکرمہ نے اس خیال سے کہ کامیابی کا سہرا ان

کے سر پر بدے اپنی ہی فوج سے حملہ کر دیا اور شکست کھائی۔

حضرت ابو بکر نے شکست کا حال سنا تو بہت برہم ہوئے اور حضرت خالد بن الولید کو اس مہم پر روانہ کیا۔ مسیلمہ کی فوج چالیس ہزار کے قریب تھی۔ دونوں میں نہایت ہولناک جنگ ہوئی صحابہ کرام نے اس جوش و خروش کے ساتھ حملہ کیا کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے وحشی کے ہاتھ سے مسیلمہ مارا گیا۔ بنو حنیفہ کو بہت بری طرح شکست ہوئی سب کے سب بھاگ کر قلعوں میں پناہ گزیں ہو گئے آخر اس شرط پر صلح ہوئی کہ ان کا نقد مال اور ہتھیار ضبط کر لیے جائیں اور لڑنے والوں کو قتل نہ کیا جائے اس جنگ میں بہت بڑی تعداد مسلمانوں کی بھی شہید ہوئی جن میں بہت سے حفاظ بھی تھے۔

سجاح

مرد تو ایک طرف عورتوں کو بھی اس کا جنون ہو گیا تھا۔ چنانچہ بنو یربوع کی شاخ بنی تغلب میں سے ایک عورت سجاح بنت حارث تمیمیہ نے بھی نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اشعث بن قیس اس کا خاص داعی تھا۔ بنو تغلب کے نصاریٰ نے اس کا ساتھ دیا۔ اس نے اپنی قوت کو مضبوط کرنے کے خیال سے مسیلمہ سے شادی کر لی۔ مگر جب وہ مارا گیا تو یہ بھاگ کر بصرہ چلی گئی اور کچھ دنوں کے بعد مر گئی۔

اسود عنسی

رسول اللہ کی وفات سے قبل ہی اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا یمن کے دیہاتی اور قبیلہ مذحج کے لوگ اس کے ساتھ ہو گئے تھے۔ اسود کو اپنے امیر فوج قیس

بن عبد یغوث مرادی پر شبہ ہوگیا۔ جب قیس کو اپنی جان کا خطرہ ہوا تو اس نے اسود کے قتل کی سازش کی۔ اس سازش میں اسود کی بیوی بھی شریک تھی آخر قیس بن مکشوح اور فیروز نے رات کے وقت اسود کو نشہ کی حالت میں قتل کر ڈالا۔ اور جب صبح ہوئی تو اس کے مکان کی چھت پر چڑھ کر اذان دی صنعا کے لوگوں نے ان تمام واقعات کی اطلاع مدینہ بھیج دی۔ قاصد جس صبح کو مدینہ پہونچا۔ اس کی شام کو رسول اکرم کا انتقال ہو گیا۔

فتنہ ارتداد۔

بہت سے صحرا نشین قبائل اگرچہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ مگر ان کے دلوں میں اس نے جگہ نہیں پکڑی تھی جب انہیں آں حضرت کی وفات کی خبر ملی تو انہیں خیال پیدا ہوا کہ اب ہم اسلامی فرائض سے بالکل آزاد ہیں۔ اس لئے بہت سے سرداران عرب مرتد ہو گئے۔ اور ہر ایک نے اپنے اپنے حلقہ میں آزادی کا اعلان کر دیا۔ بحرین میں نعمان بن منذر نے بغاوت کی۔ لقیط بن مالک عمان میں باغی ہو گیا۔ اسی طرح کندہ میں بہت سے بادشاہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

حضرت ابوبکر صدیق جب مدعیان نبوت سے فارغ ہو گئے تو ان مرتدین کی طرف توجہ کی۔ چنانچہ آپ نے علاء بن محصن کی تلوار سے لقیط بن مالک کو قتل کر کے سرزمین عمان کو پاک وصاف کر دیا اور زیاد بن لبید نے ملوک کندہ کی سرکوبی کی

منکرین زکوٰۃ

اسلام لانے کے بعد بدوی قبائل کے لئے جو چیز سب سے زیادہ گراں تھی۔ وہ زکوٰۃ کا ادا کرنا تھا۔ وہ تمام ارکان اسلام کے پابند تھے مگر ان کا مدعا یہ تھا کہ زکوٰۃ

سے انہیں مستثنیٰ کردیا جائے وہ لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے۔ اس لئے جب ان لوگوں نے مدینہ میں آکر حضرت ابوبکر سے یہ درخواست کی تو بڑے بڑے صحابہ نے بھی انہیں یہی مشورہ دیا کہ مصلحت وقت کا تقاضا یہی ہے کہ ان کے ساتھ نرمی کی جائے حضرت عمر کی بھی یہی رائے تھی۔

حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت عمر سے فرمایا جاہلیت میں تو اسقدر جبّار تھے اور اسلام میں یہاں تک خوار ہو گئے وحی کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ اور دین کامل ہو گیا کیا میری زندگی میں اس میں کمی ہوسکتی ہے۔ خدا کی قسم اگر ایک بکری کا بچہ بھی جو آنحضرت کو دیا جاتا تھا کوئی دینے سے انکار کرے گا تو میں اس کے خلاف جہاد کروں گا۔

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ یہ سنکر مجھ پر حقیقت منکشف ہوگئی کہ ابوبکر کے دل کو اللہ نے جہاد کے لئے کھولدیا ہے۔ چنانچہ قبائل کے ایلچی ناکام واپس گئے۔ اور جب جیش اسامہ آگیا تو آپ خود صحابہ کی فوج لے کر ان منکرین زکوۃ کی سرکوبی کے لئے نکلے مقام ابرق میں بنو عبس کو مغلوب کیا۔ پھر بنو ذبیان کو شکست دے کر واپس مدینہ آ گئے یہاں سے جیش اسامہ کو لے کر مقام ذوالقصہ میں قیام فرمایا۔ اور وہاں گیارہ جھنڈے گیارہ امیروں کو دے کر فوج کے دستے ان میں تقسیم کر دئے۔

صدیق اکبر کے اس تشدد اور عزم راسخ کا یہ نتیجہ ہوا کہ ایک ہی سال کے اندر تمام فتنے فرو ہو گئے اور انھیں اطمینان قلب کے ساتھ دوسرے امور کی طرف اپنی توجہ منعطف کرنے کا موقع ملا۔

جمع قرآن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تدریجاً قرآن نازل ہوتا رہا اور آپ کی نگرانی
آیات وسور مرتب ہوتی رہیں مگر سب کی سب ایک ترتیب کے ساتھ یک جا نہ تھیں۔ بلکہ
صحابہ کرام ان کو کھجور کی شاخوں، ہڈیوں، چمڑے اور پتھر کی تختیوں پر لکھ لیتے۔
جب مرتدین اسلام و مدعیان نبوت سے لڑائیاں ہوئیں اور ان میں بہت سے حفاظ
شہید ہو گئے تو حضرت عمر کو اندیشہ ہوا کہ اگر صحابہ کی شہادت کا یہ سلسلہ جاری
رہا تو قرآن کا بڑا حصہ ضائع ہو جائیگا۔

جنگ یمامہ میں بہت سے حفاظ صحابہ شہید ہو گئے تھے اس لئے حضرت عمر نے حضرت
ابوبکر کو جمع قرآن کی طرف توجہ دلائی مگر انھوں نے ایسا کرنے سے اس بنا پر انکار
کر دیا کہ خود رسول اکرم نے یہ کام اپنی زندگی میں نہیں کیا تھا۔ مگر حضرت عمر برابر اصرار
کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت ابوبکر اس کی مصلحت کو سمجھ گئے اور انھوں نے حضرت
زید بن ثابت کاتب وحی کو اس کے لئے حکم دیا حضرت زید نے کوشش کر کے تمام حزم
و احتیاط کے ساتھ ان متفرق اجزا کو ایک کتاب کی شکل میں یک جا کر دیا۔

یہ نسخہ حضرت ابوبکر کے خزانہ میں محفوظ رہا پھر حضرت عمر کے قبضہ میں رہا انھوں نے
حضرت حفصہ کے حوالہ کر کے یہ وصیت کر دی کہ اس سے صرف نقل و تصحیح کا کام لیا
جا سکتا ہے کسی کو دینے کی اجازت نہیں حضرت عثمان نے اس نسخہ کی نقلیں لے کر تمام مملکت
میں تقسیم کر دیں۔ مگر نسخہ حضرت حفصہ ہی کے قبضہ میں رہا یہاں تک کہ مروان حاکم مدینہ نے ان سے لینے
کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ آخر انکی وفات کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر سے لے کر اسے ضائع کر دیا۔

فتوحات

ایران

جزیرہ نمائے عرب کے باشندے صحرائی زندگی پر قانع تھے۔ ان کی باہمی خانہ جنگی نے ان کی قوت کو فنا کر دیا تھا اور اس لئے ہمیشہ اپنی ہمسایہ قوموں کے غلام رہتے تھے۔ عرب کی سرحد پر دنیا کی دو عظیم الشان سلطنتیں تھیں۔ ایک ایران اور دوسری شام ان دونوں سلطنتوں کی برابر یہ کوشش رہی کہ عرب کے جنگ جو قبائل ہمیشہ ان کے مطیع و فرماں بردار رہیں۔

اس مقصد کے حصول میں ایرانی حکومت نے سب سے زیادہ قربانیاں کی تھیں بڑی بڑی فوجیں بھیجی جاتی تھیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ شاپور بن اردشیر کے زمانہ میں حجاز اور یمن اس کے باج گذار بن گئے تھے ایسے ہی سابور ذی الاکتاف حجاز اور یمن فتح کرتا ہوا مدینہ منورہ تک پہونچ گیا تھا۔ سابور عربوں کا نہایت ہی شدید دشمن تھا۔ جب اشراف و روسائے عرب گرفتار ہو کر اس کے دربار میں پیش کئے جاتے تو یہ ان کے شانے اکھڑوا ڈالتا۔ اسی لئے اس کا نام ذو الاکتاف پڑ گیا تھا۔

حکومت ایران کا پایہ تخت مدائن تھا جو واسط اور بغداد کے درمیان دریائے دجلہ کے مشرقی کنارے پر آباد تھا ساسانی حکومت کی بنیاد اردشیر بابکان نے ڈالی تھی اور اپنا لقب شاہنشاہ مقرر کیا تھا۔ اس خاندان کا ایک بادشاہ خسرو پرویز تھا جس

ـے کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نامہ مبارک بھیجا تھا کہ وہ اسلام قبول کرلے اس نے غصہ میں آکر خط تو چاک چاک کردیا اور عامل یمن کو لکھا کہ وہ آپ کو گرفتار کرکے اس کے پاس بھیج دے۔

خسرو پرویز کو اس کے بیٹے شیرویہ نے قتل کردیا۔ مگر چھ ماہ بھی حکومت نہ کرنے پایا تھا کہ فنا ہوگیا۔ اب اس کا کم سن بچہ تخت پر بیٹھا۔ جس کو ایرانی فوج کی سپہ سالار شہر براز نے قتل کردیا اور تاج خسروی اپنے سر پر رکھ لیا مگر ارکان سلطنت نے متفق ہوکر اس کو مار ڈالا اور شیرویہ کی بہن پوران کو تخت پر بٹھادیا۔ جو سوا سال تک حاکم رہی۔ اس کا زمانہ آں حضرت کی زندگی کا آخری وقت تھا۔ اس کے بعد جوان شیر اور پھر خسرو پرویز کی دوسری بیٹی آرزمی دخت تخت پر متمکن ہوئی سب سے آخر شہریار کا بیٹا یزدگرد بادشاہ بنا۔ جس کے زمانہ میں تمام ایران پر اسلامی پرچم لہرانے لگا۔

مسلمانوں کی پیش قدمی

اگرچہ ایران اہل عرب کو برابر دباتے رہتے تھے۔ مگر یہ لوگ دبنے والے نہ تھے انہیں جب موقع ملتا۔ بغاوت برپا کردیتے عراق میں کئی مرتبہ عربوں نے اپنی حکومتیں قائم کیں۔ مگر شاہان عجم نے انہیں کبھی آزاد نہ رہنے دیا آنحضرت کے زمانہ حیات تک عرب وایران کی یہ چپقلش برابر جاری تھی جنگ ذی قار میں عربوں نے ایرانیوں کو شکست دی تو رسول اللہ نے فرمایا کہ آج عرب نے ایران سے بدلہ لیا ہے۔

ان واقعات سے یہ حقیقت منکشف ہوجاتی ہے کہ عربوں کو اپنے ہمسایہ ایرانیوں سے ہمیشہ خطرہ رہتا تھا۔ اس بنا پر جہاں خلیفہ اول کو اندرونی خلفشار سے نجات ملی

توانھوں نے فوراً اپنی توجہ ایران کی طرف مبذول کی ان دنوں ایران میں طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا اور یہ حکومت اپنی گزشتہ شان و شوکت کھو چکی تھی۔ اس سے عربی قبائل نے فائدہ اٹھایا اور مثنیٰ شیبانی اور سوید عجلی نے حرہ و اجلہ کے گرد و نواح میں غارت گری شروع کر دی مثنیٰ مسلمان تھے۔ انھوں نے دیکھا کہ وہ تنہا اتنی بڑی حکومت کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس لئے دربار خلافت میں حاضر ہو کر فوج کشی کی اجازت طلب کی اور اپنا قبیلہ لے کر ایران میں گھس گئے۔

ذات السلاسل

حضرت ابوبکر نے اپنے سپہ سالار اعظم حضرت خالد بن الولید کو حکم دیا کہ جو مسلمان فتنہ ارتداد سے محفوظ رہے ہیں۔ انھیں اپنے ساتھ لے کر ایران پر حملہ آور ہوں۔ یمامہ میں آپ کو یہ فرمان وصول ہوا۔ آپ نے اسی وقت سرحد عراق کے گورنر ہرمز کو لکھا کہ مسلمان ہو جاؤ یا ذمی بن کر جزیہ ادا کرو ورنہ تمھیں ایک ایسی قوم سے جنگ کرنی پڑے گی جو اس قدر موت کی آرزو مند ہے جس قدر تم زندگی کے خواہاں ہو۔ ہرمز نے اس خط کو تو ایران بھیج دیا اور خود فوجیں لے کر کاظم کی طرف بڑھا۔ مگر وہاں جاتے ہی مارا گیا۔ اور ایرانی شکست کھا کر بھاگ گئے۔

اس لڑائی کا دوسرا نام ذات السلاسل بھی ہے۔ اس لئے کہ ایرانی سپاہیوں کے ایک گروہ نے اپنے آپ کو زنجیروں سے باندھ رکھا تھا تاکہ میدان جنگ سے بھاگ نہ سکیں۔ جب اس فتح و کامرانی کی بشارت حضرت ابوبکر کو ملی تو آپ بے حد خوش ہوئے اور ہرمز کا تاج جو ایک لاکھ درہم کا تھا۔ حضرت خالد کو بخش دیا۔

شہنشاہ ایران کے پاس جب ہرمز کا خط پہونچا تو اس نے قارن کے ماتحت اس

کی امداد کے لئے فوج روانہ کی۔مگر اسے راستہ ہی میں ہرمز کے مارے جانے کی اطلاع مل گئی اس لیئے اس نے مدار میں ڈیرے ڈال دیئے مگر حضرت خالد نے اس کو ایسی زبردست شکست دی کہ سپہ سالار مارا گیا۔تیس ہزار ایرانی قتل ہوئے اور باقی کشتیوں پر سوار ہو کر ندی سے پار ہو گئے۔

اس ذلت آمیز شکست کی خبر سن کر ایران سے دو اور فوجیں روانہ کی گئیں ایک اندرزگر کے ماتحت اور دوسری بہمن جادویہ کے زیر امارت جس میں نصارائے عرب بھی شریک تھے۔اور مقام ولجہ میں ٹھہر گئیں۔حضرت خالد نے ان فوجوں پر تین طرف سے حملہ کر دیا۔ایک طرف سے خود بڑھے۔جب لڑائی ذرا تیز ہو گئی تو دوسرے اور تیسرے دستہ نے یکے بعد دیگرے ہلہ بول دیا ایرانی خوف زدہ ہو کر بھاگ نکلے۔

حیرہ کا محاصرہ

گذشتہ جنگ میں عیسائی عربوں نے ایرانیوں کی مدد کی تھی اور ان میں سے بہت سے مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے۔اب ان کے ہم قوم نصاریٰ جو انتقام میں بہمن جادویہ سے مل گئے جو انبار کے قریب الیس میں ٹھہرا ہوا تھا۔حضرت خالد نے آتے ہی اس شدت سے ان پر حملہ کیا کہ فوج کا بڑا حصہ قتل ہو گیا۔اس کے بعد حضرت خالد نے حیرہ کا محاصرہ کر لیا۔مگر وہاں کے لوگوں نے دیکھا کہ وہ فرزندان اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو صلح کی درخواست کی۔آپ نے ایک لاکھ نوے ہزار درہم پر صلح کر لی اور ان کے تحائف اور ہدایا کو بھی جزیہ میں شامل کر لیا صلح نامہ کی عبارت یہ تھی۔

"یہ وہ عہدنامہ ہے جو خالد بن الولید نے اہل حیرہ کے قائم مقام اور رؤسا

سے کیا ہے۔ یہاں کے باشندے ایک لاکھ نوے ہزار درہم سالانہ جزیہ ادا کیا کریں گے۔ ان کی حفاظت کے ہم ذمہ دار ہیں۔ اگر ہم ان کی نگرانی نہ کریں گے تو ان پر کوئی رقم واجب نہیں۔ اور اگر یہ قول یا عمل سے بدعہدی کریں گے تو ہم ان سے بری الذمہ ہیں"۔

حضرت خالد کے عدل و انصاف اور حسن عمل کی شہرت دور دور تک پہونچ گئی۔ دوسرے لوگوں نے بھی آپ سے صلح کی درخواست کی، خلالیج سے ہرمزجرد تک کے رئیسوں نے بیس لاکھ درہم پر صلح کر لی۔ حضرت خالد نے حیرہ سے شاہ ایران کو خط لکھا کہ وہ اسلام قبول کرے۔ اس وقت ایرانیوں کا نظام نہایت مختل تھا۔ تخت کے بہت سے دعویدار تھے۔ مگر اس خط کے دیکھتے ہی ان لوگوں نے اپنے اختلافات مٹا کر فرخ زاد کو بادشاہ بنالیا۔

شمالی عراق

جب جنوبی عراق سے فراغت ہوگئی تو حیرہ پر قعقاع بن عمرو کو اپنا قائم مقام بنا کر خود شمالی عراق کو عیاض بن غنم کی امداد کو روانہ ہو گئے انبار کے لوگ قلعہ بند ہو گئے تو ان کا محاصرہ کیا۔ آخر انھوں نے تنگ آ کر صلح کر لی اور درخواست یہ کی کہ ہم قلعہ اور تمام مال و متاع آپ کے حوالہ کرتے ہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ ہم تنہا گھوڑے پر سوار ہو کر نکل جائیں آپ نے ان کی یہ شرط مان لی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آس پاس کے رؤسا نے بھی جزیہ پر صلح کر لی۔ آپ نے زبرقان بن بدر کو اپنا جانشین بنایا۔ اور خود عین التمر کیطرف بڑھے جہاں مہران بن بہرام اپنی فوج کے ساتھ خیمہ زن تھا نصاریٰ

عرب بھی اس کے ساتھ تھے۔ یہاں بھی فتح و نصرت حضرت خالد کے ہم رکاب تھی۔ دشمن شکست کھا کر بھاگ گیا۔ اور جو قلعہ بند ہو گئے انہیں محاصرہ کے بعد قتل کر ڈالا۔

یہاں حضرت خالد کو عیاض بن غنم کا خط ملا جسے دیکھتے ہی آپ دومۃ الجندل پہونچ گئے۔ ایک طرف تو عیاض اس کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ اب دوسری طرف سے حضرت خالد نے محاصرہ کر لیا۔ وہاں کے رئیس اکیدر بن عبدالملک نے لوگوں کو سمجھایا کہ خالد سے مقابلہ نہ کرو۔ مگر وہ نہ مانے آخر شکست کھائی اور بنی کلب کے سوا سب قتل کر دئے گئے اس کے بعد حضرت خالد نے حیرہ میں اقامت کی۔ اور آپ کے فوجی دستوں نے حصید اور خنافس میں ایرانی فوجوں کو شکست دی۔ اور خود آپ نے مصیخ کی طرف بڑھ کر عربی قبائل کو ایک ہولناک جنگ کے بعد شکست دی جو مسلمانوں سے لڑنے کو جمع ہو گئے تھے۔ شام، عراق اور جزیرہ کی سرحدیں فراض پر مل جاتی ہیں۔ یہاں رومیوں۔ ایرانیوں اور عربوں کا اجتماع تھا۔ خالد نے ان سب کو شکست دے کر ۲۵ ذی قعدہ کو عاصم بن عمر و تمیمی کے ماتحت اپنی فوجوں کو حیرہ کی طرف روانہ کیا۔ اور خود چپ چاپ حج کو روانہ ہو گئے اور حج سے فارغ ہو کر اس قدر جلد حیرہ واپس آ گئے کہ فوج کا آخری حصہ ابھی تک حیرہ نہیں پہونچ سکا تھا۔ حضرت ابوبکر کو اس کی اطلاع ملی تو وہ بہت ناراض ہوئے کہ فوج کو اس طرح چھوڑنا مناسب نہیں اس کے بعد آپ کو حکم ملا کہ شام جا کر یرموک میں اسلامی افواج کے ساتھ مل جائیں۔

شام

ایران کے بعد دنیا کی دوسری بڑی سلطنت روم تھی۔ اس کا پایہ تخت رومۃ الکبریٰ

تھا شام، مصر اور حبش تمام مشرقی ممالک اس کے ماتحت تھے کچھ مدت کے بعد اس سلطنت کے دو ٹکڑے ہو گئے مغربی حصہ کا دار الحکومت بدستور روما الکبریٰ ہی رہا اور مشرقی کا قسطنطنیہ قرار پایا ہرقل والی افریقہ تھا اس نے اپنے قیصر فوقا سے بغاوت کی اور خود ۶۱۰ء سے ۶۴۱ء تک تخت پر متمکن رہا۔ اسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶ہجری میں حضرت وحیہ کلبی کے ہاتھ اپنا نامۂ مبارک بھیجا تھا۔

ایرانیوں اور رومیوں میں بھی مستقل نزاع قائم تھی۔ شام و عراق میں دونوں ایک دوسرے سے دست وگریباں رہتے تھے۔ قیصر فوقا اور نوشیرواں کی جنگ ابتدائے اسلام میں ہوئی تھی۔ جس میں رومیوں کو سخت شکست ہوئی ان سے صلیب مقدس چھین لی گئی فلسطین کو تباہ و برباد کر دیا گیا اور مصر و اسکندریہ تک ایرانیوں نے فتح کر لیا۔ اہل عرب مشرک تھے۔ اس لئے وہ ایرانیوں کی فتح و کامرانی پر خوش تھے مگر قرآن نے پیشین گوئی کی کہ چند سال کے اندر اندر رومی پھر غالب آ جائیں گے چنانچہ ۶۲۲ء میں ہرقل نے اپنی فوجی طاقت کو جمع کیا۔ اور ایرانیوں پر فتح کامل حاصل کر کے قرآن کے الہامی الفاظ کی تصدیق کی۔

ایران و روم برابر آپس میں لڑتے رہے تا آں کہ ۶۲۸ء میں دونوں کی صلح ہو گئی تمام عیسائی قیدی رہا کر دیئے گئے صلیب مقدس بھی ہرقل کے حوالہ کر دی گئی۔ جس کی خوشی میں اس نے ۶۲۹ء میں بیت المقدس کا سفر کیا تھا اور ابھی یہیں تھا کہ اس کو رسول اللہ کا نامہ مبارک ملا۔

سفرا کا قتل

عربوں کے تعلقات رومیوں کے ساتھ قدیم سے تھے۔ بہت سے عربی قبائل شام کے

سرحدی اضلاع میں جا کر آباد ہو گئے تھے اور عیسائی بن کر بڑی بڑی ریاستیں قائم کر لی تھیں۔ جب رسول اللہ کا ظہور ہوا۔ اور عرب مشرکین نے آپ کی مخالفت کی تو حدود شام کے عرب عیسائی وغیرہ نے بھی اس دشمنی میں حصہ لیا۔ جب حضرت وحیہ کلبی سفارت کے فرائض انجام دے کر واپس آ رہے تھے تو شامی عربوں نے ان کا مال و اسباب لوٹ لیا۔ ایسے ہی رسول اللہ کے قاصد حضرت حارث بن عمر کو بصریٰ کے حاکم شرجیل نے قتل کرا دیا۔ ۸ھ میں غزوہ موتہ اسی قتل و غارت گری کا انتقام تھا۔ ۹ھ ہجری میں معلوم ہوا کہ رومیوں کا لشکر مدینہ پر حملہ آور ہونے والا ہے تو اس کی روک تھام کے لئے خود آں حضرت تیس ہزار جان باز صحابہ کرام کے ساتھ تبوک پہونچ گئے دشمن ان تیاریوں کی وجہ سے خوف زدہ ہو گیا۔ اور مقابلہ کے لئے نہ نکلا۔

مگر باوجود ان باتوں کے مسلمانوں کو برابر اس بات کا ڈر رہتا تھا کہ شامی عرب اور رومی مل کر مدینہ پر حملہ آور ہوں گے۔ اس لئے ۱۱ھ میں آں حضرت نے ایک اور لشکر تیار کیا تھا۔ جس کے سردار حضرت اسامہ مقرر کئے گئے تھے۔ ان کے والد حضرت زید جنگ موتہ میں شہید ہو چکے تھے۔ یہ لشکر ذات اقدس کی علالت کی بنا پر رک گیا تھا جس کو حضرت ابوبکر نے آپ کی وفات کے بعد اپنی خلافت میں روانہ کیا۔

فوجوں کی روانگی

اگرچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جیش اسامہ کو سرحد شام کی طرف روانہ کر دیا تھا۔ مگر پھر بھی انہیں برابر کھٹکا لگا رہتا تھا کہ ایک نہ ایک دن عیسائی اور رومی مل کر مدینہ پر حملہ آور ہوں گے۔ اس لئے آپ نے ۱۲ھ کے آخر میں صحابہ کرام کے ساتھ مشورہ کر کے کئی طرف سے شام پر حملہ کرنے کا انتظام کیا۔ اور حسب ذیل صحابہ کو ان فوجوں کا امیر مقرر کیا۔

یزید بن ابی سفیان، دمشق پر حملہ آور ہوں۔
ابو عبیدہ بن الجراح، حمص " "
شرجیل بن حسنہ، اردن " "
اور عمرو بن العاص، فلسطین " "

ان تمام فوجوں کی مجموعی تعداد ۲۷ ہزار تھی، جب ہرقل کو ان فوجوں کی روانگی کی اطلاع ملی جو اس وقت حمص میں مقیم تھا تو اس نے کوشش کر کے ہر طرف مختلف جتھے روانہ کر دیئے تاکہ اسلامی افواج ایک مرکز پر جمع نہ ہو سکیں۔
یہ دیکھ کر مسلمانوں نے آپس میں مشورہ کیا آخر حضرت عمرو بن العاص کی رائے پر فیصلہ کیا گیا کہ سب کے سب ایک جگہ پر جمع ہو جائیں۔ حضرت ابوبکر صدیق کو اس سے مطلع کر دیں اور ساتھ ہی دشمن کے غیر معمولی اجتماع کی بھی خبر دے دیں۔ صدیق اکبر نے ان کی رائے کو بنظر استحسان دیکھا۔ اور حکم دیا کہ سب لوگ یرموک میں جمع ہو جائیں مگر ہر ایک امیر اپنی اپنی فوج کو نماز پڑھائے۔ البتہ مخالفین کے اجتماع سے آپ کو بہت تشویش پیدا ہو گئی آپ نے اسی وقت حضرت خالد بن الولید کو لکھا کہ وہ عراق میں مثنیٰ بن حارثہ کو اپنا قائم مقام بنا کر خود شام چلے آئیں اس خط کے ملتے ہی آپ دس ہزار فوج لے کر شام کی طرف روانہ ہو گئے۔

نئی ترتیب

اسلامی لشکر تک پہنچنے کے لئے حضرت خالد کو کئی لڑائیاں لڑنی پڑیں عین التمر پر کسریٰ کی فوج راہ میں حائل ہو گئی تھی اس کو شکست دی تو بنی تغلب نے رکاوٹ پیدا کی ان کا سردار مارا گیا۔ اور بہت سے لوگ گرفتار کر کے مدینہ بھیج دیئے گئے یہاں سے

انبار۔ وہاں سے صحرا عبور کر کے تدمر آئے پہلے تو یہاں کے لوگ قلعہ بند ہو گئے۔ مگر آخر صلح کر لی۔ پھر حوران میں نہایت خوف ناک جنگ کرنی پڑی تب جا کر شام کی فوجوں سے ملے۔

وہاں پہونچے تو آپ نے اسلامی فوج کے امراکو ترتیب اور نظام کی طرف توجہ دلائی اور کہا کہ ہم سب ایک امیر کے ماتحت ہو کر لڑیں روزانہ نیا امیر ہو۔ آج کے دن تم مجھے اپنا امیر بنا دو۔ سب نے اس رائے کو پسند کیا تو آپ نے تمام فوج کو ۳۸ دستوں میں تقسیم کر دیا۔ ۱۸ دستے قلب میں رکھے۔ اور ان کا امیر ابوعبیدہ کو بنایا عمرو بن العاص اور شرحبیل کے ماتحت دس دستوں کو میمنہ پر مقرر کیا۔ اور دس میسرہ پر جن کے سردار یزید بن ابی سفیان تھے ابو سفیان، نقیب، ابو درداء قاضی، اور مقداد قاری مقرر کئے گئے۔ رومی لشکر نے بھی بہترین طریق پر صف آرائی کی حضرت خالد نے عکرمہ بن ابی جہل اور قعقاع بن عمرو کو دشمن پر تیر اندازی کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد عام حملہ شروع ہو گیا حضرت خالد خود قلب کے آگے آگے تھے۔ یہاں تک کہ رومی سواروں اور پیادوں کے درمیان پہونچ گئے۔ ان کو شکست دی۔ وہ بھاگے تو مسلمانوں نے انہیں بھاگنے کا موقع دیا۔ پھر یک بارگی ان پر حملہ کر کے انھیں پیچھے ہٹا دیا۔ پشت پر پہاڑ تھا۔ رستہ نہ ملا تو بہت سے مارے گئے صرف اس ایک لڑائی میں غنیم کے ایک لاکھ بیس ہزار سپاہی دریا میں غرق ہو گئے۔

لڑائی دن اور رات برابر جاری رہی۔ صبح کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ رومی سپہ سالار کے خیمہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مسلمان عورتیں بھی اپنا ایک دستہ الگ بنا کر رومیوں سے لڑی تھیں۔ مسلمانوں کی تمام فوج کی تعداد چھیالیس ہزار تھی۔ ان میں سے صرف تین

ہزار مسلمان شہید ہوئے

حیرت انگیز ایثار

ہرقل کو جب اس شکست کی خبر ملی تو وہ حمص سے روانہ ہو گیا۔ اور کہا کہ اے ملک شام
تجھ کو میرا آخری سلام ہو۔ جنگ کے دوران میں رومیوں نے ایک عرب جاسوس
بھیجا کہ وہ اسلامی فوج کے حالات معلوم کرکے آئے اس نے آکر کہا کہ وہ رات میں
فرشتے اور دن میں دیو ہیں۔ اگر شاہزادہ بھی چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ ڈالتے
ہیں۔ اور اگر زنا کرے تو سنگسار کرتے ہیں۔

دوران جنگ میں مدینہ سے قاصد خط لایا تھا جس میں حضرت ابوبکر صدیق کی وفات
حضرت عمر کی خلافت، خالد کی معزولی اور ابو عبیدہ کے سپہ سالار عام ہونے کا ذکر تھا
حضرت خالد نے اس خط کو مخفی طور پر حضرت ابو عبیدہ کو دکھا دیا تاکہ فوج میں بددلی نہ پیدا
ہو فتح ہو گئی تو اس خط کا اعلان کر دیا اور حضرت ابو عبیدہ کی امارت تسلیم کر لی

متفرق فتوحات

حضرت ابوبکر کی خلافت سوا دو سال رہی۔ اس زمانہ میں متعدد افواج نے جو فتوحات
شام اور عراق میں حاصل کیں۔ ان کے علاوہ حضرت عثمان بن العاص نے توج۔ مکران
اور اس کے قریبی علاقوں کو اسلامی مملکت میں داخل کیا حضرت علا ربن الحضرمی نے
زرارہ اور اس کے متصلہ علاقہ کو فتح کرکے اس قدر مال غنیمت روانہ کیا کہ حضرت ابوبکر
نے مدینہ کے ہر مرد اور عورت، شریف اور غلام کو ایک ایک دینار تقسیم کیا

بیماری اور جانشینی

۷ جمادی الثانی ۱۳ھ ہجری کے دن حضرت ابوبکر صدیق نے سرد موسم میں غسل فرمایا

اس سے آپ بخار میں مبتلا ہو گئے۔ جو پندرہ روز تک رہا۔ یہاں تک کہ مسجد جانے کے ناقابل ہو گئے۔ اس دوران میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرائض امامت ادا کرتے تھے۔ جب مرض بڑھ گیا۔ اور افاقہ سے مایوسی ہو گئی تو آپ نے صحابہ کرام سے جانشینی کی بابت مشورہ کیا۔ اور اپنی طرف سے حضرت عمر کا نام پیش کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا کہ ان کے اہل ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں۔ مگر وہ کسی قدر سخت ہیں۔ حضرت عثمان نے کہا کہ ان کا باطن ان کے ظاہر سے اچھا ہے۔ حضرت طلحہ عیادت کو آئے تو انھوں نے شکایت کی کہ آپ عمر کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں۔ جب وہ آپ کے سامنے اس قدر سخت ہیں تو آپ کے بعد کیا کریں گے۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا۔ جب ان پر خلافت کا بوجھ پڑے گا تو نرم ہو جائیں گے۔

صحابہ کرام کو حضرت عمر کے تشدد کی شکایت تھی۔ اسی لئے وہ انکار کرتے تھے۔ ایک صحابی نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ آپ عمر کی سختی سے واقف ہیں۔ اور پھر انھیں اپنا جانشین بنا رہے ہیں۔ آپ خدا کو اس کا کیا جواب دیں گے۔ آپ نے فرمایا میں عرض کروں گا کہ میں نے تیرے بندوں میں سے اس شخص کو منتخب کیا جو ان سب سے اچھا تھا۔ اسی طرح آپ ہر ایک کا اطمینان کرتے رہے۔

حضرت ابوبکر پر جب رائے عام منکشف ہو گئی تو آپ نے حضرت عثمان کو بلایا۔ اور وصیت نامہ لکھوانا شروع کیا۔ ابھی ابتدائی الفاظ ہی لکھے تھے کہ انھیں غش آ گیا۔ حضرت عثمان نے یہ دیکھ کر حضرت عمر کا نام لکھ دیا۔ جب ہوش میں آئے تو حضرت عثمان سے پڑھنے کو کہا۔ سنا تو بے ساختہ بول اٹھے کہ اللہ تمھیں جزائے خیر دے تم نے میرے دل کی بات لکھ دی۔ پھر اپنے غلام کو مجمع عام میں سنانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد آپ خود بالاخانہ پر

تشریف لے گئے۔ اور لوگوں سے فرمایا کہ میں نے اپنے کسی عزیز کو خلیفہ نہیں بنایا۔ بلکہ اس شخص کو منتخب کیا ہے جو تم لوگوں میں سے سب سے بہتر ہے۔ سب نے اس حسن انتخاب پر سمعنا واطعنا کہا۔ پھر آپ نے حضرت عمر کو بلا کر بہت قیمتی نصیحتیں کیں۔

تجہیز و تکفین

اب ان تمام باتوں سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے حضرت عائشہ سے فرمایا کہ بیت المال کا تمام قرض ادا کر دیا جائے میرے پاس مسلمانوں کے مال میں سے صرف ایک لونڈی اور دو اونٹنیاں ہیں۔ میرے مرتے ہی عمر کے پاس بھیج دی جائیں۔ آپ کی وفات کے بعد جب آپ کے گھر کا جائزہ لیا گیا تو بیت المال کی کوئی اور چیز وہاں موجود نہ تھی۔ کفن کے متعلق فرمایا کہ جو کپڑا میرے بدن پر ہے۔ اسی کو دھو کر دوسرے دو کپڑوں کے ساتھ دفن کر دینا۔ حضرت عائشہ نے عرض کی کہ یہ تو پرانا ہے فرمایا۔ میرے لئے پھٹا پرانا ہی بس ہے۔ مردوں کی نسبت زندوں کو نئے کپڑوں کا زیادہ حق ہے۔

آپ نے پوچھا کہ آج کون دن ہے۔ عرض کیا گیا۔ دوشنبہ دریافت کیا کہ سرور عالم کس روز عالم قدس کو تشریف لے گئے تھے عرض کیا گیا۔ اسی روز فرمایا تو میری بھی یہی آرزو ہے کہ آج ہی رات یہاں سے رحلت کر جاؤں چنانچہ دوشنبہ کا دن ختم کر کے منگل کی شب کو تریسٹھ سال کی عمر میں ۲۱ جمادی الثانی ۱۳ھ مطابق ۲۱ اگست ۶۳۴ء دو سال تین ماہ دس روز خلافت کر کے ملاء اعلیٰ سے جا ملے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

رات ہی کے وقت تجہیز و تکفین کی گئی۔ آپ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس نے

آپ کو غسل دیا۔ حضرت عمر فاروق نے جنازہ کی نماز پڑھائی حضرت عثمان۔ حضرت طلحہ، حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر، اور حضرت عمر نے قبر میں اتارا اور رسول پاک کے دوشش مبارک کے بالمقابل رکھ کر ہمیشہ کے لئے جنت الفردوس میں پہونچ گئے۔

ازواج واولاد

آپ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں۔ جن سے یہ اولاد ہوئی

قتیلہ بنت عبد العزیٰ قرشی ۔ حضرت عبد اللہ اور حضرت اسمار کی والدہ

ام رومان ۔ ام المومنین حضرت عائشہ اور حضرت عبد الرحمٰن ان کے بطن سے ہیں

اسمار بنت عمیس ۔ ان سے محمد پیدا ہوئے

حبیبہ بنت خارجہ خزاعی ام کلثوم کی والدہ۔ یہ حضرت ابوبکر کی وفات کے بعد پیدا ہوئیں

ذریعہ معاش

پہلے لکھا جا چکا ہے کہ آپ تجارت سے اپنی روزی کماتے تھے۔ مگر جب خلافت کا بوجھ پڑ گیا تو چھ ماہ تک تجارت کرتے رہے۔ جب صحابہ کرام نے دیکھا کہ خلافت کے کاموں سے انھیں فرصت نہیں مل سکتی تو آپس میں مشورہ کر کے روزانہ آدھ بکری کا گوشت اور ان کے اہل وعیال کے لئے کپڑے اور کھانے کا انتظام کر دیا۔ آپ کو دو چادریں ملتیں۔ جب وہ پرانی ہوجاتیں۔ تو انھیں واپس کر کے نئی لے لیتے۔ سفر کے لئے سواری، خلافت سے پہلے جو خرچ تھا۔ اس کے موافق اپنے اور اپنے متعلقین کے لئے لیتے۔ ان تمام مصارف کی مجموعی قیمت چھ ہزار درہم یا ڈیڑھ ہزار روپیہ سالانہ ہوتی تھی۔

جب آپ کی وفات کا زمانہ قریب آیا تو آپ نے وصیت کی کہ میری زمین کا فلاں

ٹکڑا بیچ کر جس قدر رقم میں نے بیت المال سے وصول کی ہے۔ واپس کر دی جائے۔
حضرت عمر نے یہ سن کر فرمایا کہ ابوبکر نے اپنے بعد آنے والے خلفا پر بہت بڑا بوجھ
ڈال دیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نہایت کمزور اور لاغر اندام تھے۔ چہرہ پر گوشت بہت کم تھا
رنگ گندم گون تھا۔ پیشانی بلند اور چوڑی آنکھیں دھنسی ہوئیں بالوں میں مہندی لگاتے تھے
آپ نہایت خاکسار اور متواضع تھے۔ کسی کام سے آپ کو عار نہ تھا۔ اپنی بھیڑ بکریاں
بھی عموماً خود ہی چرا لیا کرتے۔ محلہ والوں کی بکریاں دودھ دیا کرتے تھے۔ جب آپ خلیفہ
بنائے گئے۔ تو محلہ کی ایک لڑکی نے کہا اب ہماری بکریاں کون دوہے گا۔ آپ
نے سنا تو فرمایا۔ میں۔ مدینہ کے ایک گوشہ میں ایک کمزور نابینا اندھی عورت رہتی
تھی حضرت عمر روزانہ صبح کو اس کی جھونپڑی میں اس کا کام کر دیا کرتے۔ کچھ دنوں
کے بعد انہیں محسوس ہوا کہ کوئی دوسرا شخص ان سے بھی پہلے آ کر اس کی ضروری خدمات
انجام دے جاتا ہے۔ آپ ایک روز کچھ رات رہے آ کر ایک طرف کو دیکھنے کے لئے کھڑے
ہو گئے۔ دیکھا تو وہ حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ اول تھے۔

نظم و نسق

آپ نے عرب کو حسب ذیل صوبوں میں تقسیم کر دیا تھا۔
مکہ۔ حضرت عتاب بن اسید اس کے والی تھے۔ جو زمانہ رسالت میں بھی اسکے والی رہ چکے تھے

طائف۔ عثمان بن ابی العاص " " " "

صنعا۔ مہاجر بن امیہ، ردت کے بعد آپ نے اس کو فتح کیا تھا۔ اس لئے آپ ہی
. . . اس کے گورنر مقرر کئے گئے۔

وَأَشَدُّهُمْ فِي أَمْرِ اللهِ

عُمَرُ

رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ

ہجرت سے قبل

ابتدائی حالات

آپ کا نام عمر، کنیت ابوحفص۔ اور لقب فاروق تھا۔ والد کا نام خطاب۔ اور والدہ کا حنتمہ تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے آپ آں حضرت کی ولادت باسعادت کے تیرہ سال بعد پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان زمانۂ جاہلیت میں نہایت ممتاز تھا۔ آپ کے جد اعلیٰ عدی عرب کے باہمی جھگڑوں میں پنچ مقرر ہوا کرتے تھے۔ اور جب کبھی قریش کو کوئی ملکی معاملہ پیش آتا تو یہی سفیر بن کر جایا کرتے چنانچہ یہ دونوں منصب آپ کے خاندان میں برابر چلے آ رہے تھے۔

آپ کی والدہ ہاشم بن مغیرہ کی بیٹی تھیں۔ ان کا خاندان بھی نہایت معزز تھا۔ جب قریش لڑائی کے لئے نکلتے تو فوج کا اہتمام مغیرہ کے سپرد ہوتا تھا۔

حضرت عمر جوان ہوئے تو اس زمانہ میں جو لوازم شرافت تھے۔ ان کے کسب حصول میں لگ گئے۔ نسب دانی۔ سپہ گری۔ پہلوانی، اور خطابت میں کمال پیدا کیا۔ شہ سواری میں بہت زیادہ مہارت حاصل کر لی۔ اس زمانہ میں لکھنا پڑھنا بھی سیکھ لیا۔ ان فنون سے فراغت کے بعد تجارت کو انھوں نے ذریعہ معاش بنایا۔ ان کی تجربہ کاری۔ اصابت رائے اور غیر معمولی فہم و تدبر کی وجہ سے قریش نے عہدہ سفارت ان کے تفویض کر دیا۔

ظہور اسلام

حضرت عمر جب ستائیں سال کے ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کا اعلان کیا۔ آپ اس آواز توحید کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ آپ کی کنیز لبینہ مسلمان ہوئی تو اسے اس قدر مارتے کہ تھک جاتے۔ اور ایک دفعہ تو خود آں حضرت کے قتل کے ارادہ سے چلے۔ راستہ میں .... اطلاع ملی کہ .... بہن اور بہنوئی بھی مسلمان ہو چکے ہیں۔ یہ سننا تھا کہ آگ لگ گئی سیدھے بہن کے گھر پہونچے۔ وہ اس وقت قرآن کی تلاوت کر رہی تھیں۔ انھیں آتا دیکھ کر اوراق چھپا لئے حضرت عمر نے ان سے پوچھا کیا تم اپنے باپ دادا کے دین سے منحرف ہو گئے ہو۔ اور اتنا مارا کہ وہ لہولہان ہو گئیں۔ بہن نے جوش میں آ کر کہا کہ ہاں میں مسلمان ہوں۔ اور اس کو نہیں چھوڑ سکتی۔

بہن کو خون آلود دیکھ کر حضرت عمر کچھ نرم پڑ گئے۔ اور فرمایا میں بھی قرآن سننا چاہتا ہوں۔ سُنا تو اس کی سچائی رگ وریشہ میں سرائت کر گئی سیدھے دربار رسالت میں حاضر ہوئے ان کے ہاتھ میں تلوار دیکھ کر صحابہ کو تشویش ہوئی۔ حضرت امیر حمزہ نے کہا کہ اگر اخلاص وعقیدت کے ساتھ آیا ہے تو بہتر، ورنہ اسی تلوار سے اس کا سر قلم کر دوں گا۔ حضرت عمر اندر داخل ہوتے تو خود آں حضرت آگے بڑھے۔ اور ان کا دامن پکڑ کر پوچھا۔ کیا ارادہ ہے۔ عرض کی ایمان کے لئے آیا ہوں۔

مکہ میں اسلام کے سب سے بڑے دشمن دو ہی تھے۔ ابو جہل بن ہشام، اور عمر بن الخطاب ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تھی کہ ان دونوں میں سے ایک مسلمان ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دُعا قبول کی۔ اور حضرت عمر کو یہ دولت نصیب ہوئی

ان کے اسلام لانے پر آں حضرت اور تمام صحابہ نے جوش مسرت سے اس زور کا نعرہ مارا کہ مکہ کی پہاڑیاں گونج اٹھیں۔ آپ نے ۶ نبوی میں اسلام قبول کیا۔ اور اس وقت چالیسویں مسلمان تھے اس وقت تک مسلمان کھلم کھلا اپنے اسلام کا اظہار نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت عمر کے قبول اسلام نے یک قلم یہ حالت بدل دی آپ نے مشرکین کے سامنے اسلام کا اعلان کیا۔ اور مسلمانوں کو لے کر خانہ کعبہ میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کی۔

روانگی

آپ چھ سات سال تک تو برابر دوسرے مسلمانوں کے ساتھ قریش کے مظالم برداشت کرتے رہے۔ آخر جب ۱۳ نبوی میں مدینہ کی طرف ہجرت کی اجازت ہوئی تو آپ بھی آں حضرت سے اجازت لے کر روانہ ہوئے پہلے بیت اللہ گئے طواف کیا نماز پڑھی پھر مشرکین سے فرمایا اگر کسی کو مقابلہ کرنا ہو تو باہر آ کر کرے مگر کسی کو ہمت نہ ہوئی۔

اذان

حضرت عمر جب مدینہ پہونچے تو آپ نے قبا میں رفاعہ بن عبدالمنذر کے پاس قیام کیا ۶۲۲ء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے اور قبیلہ بنو سالم کے رئیس حضرت عتبان بن مالک ان کے اسلامی بھائی قرار پائے۔

اب یہاں مسلمانوں میں روز بروز اضافہ ہونے لگا تو آں حضرت کو خیال ہوا کہ نماز کے اعلان کا کوئی طریقہ ہونا چاہیئے صحابہ کرام نے مختلف تجاویز پیش کیں حضرت عمر نے رائے دی کہ ایک آدمی اذان دیا کرے۔ چنانچہ اسی پر فیصلہ کیا گیا۔ اور آج جو تمام دنیائے اسلام میں دن میں پانچ مرتبہ اذان دیجاتی ہے۔ وہ آپ ہی کی تجویز تھی۔

غزوات

جنگ بدر میں آپ شریک تھے۔ اور اپنے رشتہ دار عاصی بن ہشام بن مغیرہ کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا تھا۔ بدر کے قیدیوں کی بابت جب بحث ہوئی تو آپ کی رائے یہ تھی کہ سب کو قتل کر دیا جائے اور ہر شخص اپنے اپنے عزیز کو قتل کرے

غزوۂ احد میں بھی آپ پیش پیش تھے جب مسلمانوں کو شکست ہوئی اور کفار کا ایک دستہ آں حضرت کی طرف بڑھنے لگا تو حضرت عمر نے مہاجرین و انصار کو لے کر ان پر حملہ کیا۔ لڑائی ختم ہونے پر ابو سفیان سالار قریش نے پہلے آں حضرت۔ پھر ابوبکر۔ اور پھر آپ کو پکارا اور جب اس طرف سے کسی نے جواب نہ دیا تو اس نے کہا۔ یہ سب مارے گئے اب حضرت عمر سے نہ رہا گیا کہا اے اللہ کے دشمن ہم زندہ ہیں۔ ابوسفیان نے ہبل کی جے پکاری۔ تو آپ نے آں حضرت کے ارشاد مبارک پر بلند آواز سے کہا اللہ اعلیٰ واجل۔

سنہ ۳ ہجری میں آپ کی صاحب زادی حضرت حفصہ ازواج مطہرات میں شامل کی گئیں غزوہ بنو نضیر ۴ھ اور جنگ خندق ۵ھ میں آپ شریک تھے۔ غزوہ خندق میں آپ کو ایک حصۂ فوج پر مامور کیا گیا تھا کہ دشمن کو اس طرف نہ آنے دیں اسی لڑائی میں ایک روز آپ کو نماز پڑھنے کا موقع نہ ملا آپ نے آں حضرت سے آ کر شکایت کی آپ نے فرمایا میں نے بھی اس وقت تک عصر کی نماز ادا نہیں کی۔

زیارت کعبہ کے خیال سے ۶ھ میں آں حضرت روانہ ہوئے تو آپ بھی ساتھ تھے بیعت رضوان میں شرکت کی۔ صلح نامہ حدیبیہ کی ایک شرط یہ تھی کہ اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص بھاگ کر کفار کے قریب چلا جائے تو وہ اسے واپس نہیں کریں گے۔ لیکن اگر

قریش کا کوئی آدمی مسلمانوں کے پاس آجائیگا تو یہ اسے واپس کرنے پر مجبور رہوں گے
اس شرط پر حضرت عمر اپنے غصہ کو ضبط نہ کر سکے۔ اور سیدھے دربار رسالت میں حاضر
ہو کر عرض کی کہ جب ہم حق پر ہیں اور کفار باطل پر تو ہم کیوں اس ذلت کو برداشت
کریں۔ آپ نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس کے حکم سے انحراف نہیں کر سکتا پھر
یہ حضرت ابو بکر کے پاس گئے اور وہاں سے بھی یہی جواب ملا۔ جب رسول اللہ مدینہ کو
روانہ ہوئے تو راستہ میں سورہ انا فتحنا نازل ہوئی آپ نے حضرت عمر کو بلا کر فرمایا کہ آج
مجھ پر ایسی سورت نازل کی گئی ہے۔ جو دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔

خیبر کی جنگ ۷ھ میں ہوئی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد آپ اسلامی فوج
کے سپہ سالار بنائے گئے۔ مگر اس کی فتح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر ہوئی
آں حضرت نے وہاں کی زمین مجاہدین میں تقسیم کر دی تو ایک ٹکڑا ثمغ نامی آپ کو بھی ملا
آپ نے اسے اللہ کی راہ میں وقف کر دیا اسلام کی تاریخ میں یہ پہلا وقف تھا۔

قریش نے حدیبیہ کا صلح نامہ توڑ دیا تو ابو سفیان معذرت کے لئے مدینہ آیا رسول اللہ
خاموش رہے تو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے پاس گیا۔ حضرت عمر نے نہایت سخت جواب
دیا۔ اور وہ مایوس ہو کر چلا گیا۔ فتح مکہ کے بعد آں حضرت کوہ صفا پر حضرت عمر کے ساتھ
تشریف لے گئے اور مردوں سے بیعت لی حضرت عمر آپ سے ذرا نیچے بیٹھے تھے۔ جب
عورتوں کی باری آئی تو آپ نے حضرت عمر سے فرمایا کہ ان سے بیعت لے لو۔ چنانچہ
تمام عورتوں نے آپ کے ہاتھ پر آں حضرت سے بیعت کی۔

غزوہ حنین میں آپ نے جاں بازی کے جوہر دکھائے ۹ھ میں جنگ تبوک
کی تیاریاں شروع ہوئیں تو حضرت عمر نے اپنے تمام مال و اسباب میں سے نصف اللہ کی راہ

میں دے دیا۔ حجۃ الوداع میں بھی آپ آں حضرت کے ہم راہ تھے۔

رسول اللہ کی وفات

جب ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ ہجری کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو حضرت عمر نے ازخود رفتہ ہوکر کہا کہ جو شخص یہ کہے گا کہ آپ کا انتقال ہوگیا ہے۔ میں اسے قتل کردوں گا۔

سقیفہ بنی ساعدہ میں جو فتنۂ خلافت کھڑا ہوا اس میں حضرت ابوبکر کے ساتھ آپ بھی تھے۔ وہاں بحث میں حصہ لیا۔ اور حباب بن منذر خزرجی سے سخت کلامی تک نوبت پہونچ گئی آخر آپ نے حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی پھر آپ کی تقلید دوسرے لوگوں نے کی۔

حضرت ابوبکر کی خلافت سوا دو برس رہی۔ آپ برابر ان کے مشیر کی حیثیت سے کام کرتے رہے فصل قضایا کا کام بھی آپ ہی کے سپرد تھا۔ قران کی جمع و ترتیب کا کام تو آپ ہی کی اصابت رائے اور دوربینی کا نتیجہ تھا۔ حضرت ابوبکر کی صحبت سے ان میں تامل دور اندیشی اور نرم مزاجی آگئی اور حضرت ابوبکر کو بھی تجربہ ہوگیا کہ آپ سے بہتر اور کوئی آدمی نہیں۔ چنانچہ اکابر صحابہ سے مشورہ کرکے انھوں نے آپ کو خلیفہ نامزد کردیا۔

خلافت

از ۲۲ جمادی الثانی سنہ ۱۳ھ تا ۲۷ ذی الحجہ سنہ ۲۳ھ

ایران

بہمن جادویہ کی شکست

حضرت خالد بن الولید کو جب شام جانا پڑا تھا تو وہ نصف فوج اپنے ہمراہ لے گئے اور باقی نصف کے ساتھ مثنیٰ بن حارثہ حیرہ ہی میں مقیم رہے بہمن جادویہ اپنا لشکر گراں کے مقابلہ کو آیا تو بابل کے قریب مثنیٰ نے اس کو نہایت ذلیل شکست دی۔ اور مدائن تک تعاقب کرکے پھر حیرہ واپس آ گئے۔

اسی دوران میں انھیں اطلاع ملی کہ ایرانیوں کی عظیم الشان فوج ان سے لڑنے کو آرہی ہے۔ انھوں نے بشیر بن خصاصیہ کو اپنا جانشین مقرر کیا اور خود مدینہ کو روانہ ہو گئے کہ خلیفہ کو تمام واقعات کی اطلاع دیں۔ یہ جس روز پہونچے وہ حضرت ابوبکر کی زندگی کا آخری دن تھا۔ انھوں نے تمام حالات سن کر حضرت عمر کو تاکید کی کہ وہ مثنیٰ کی امداد کے لئے ضرور فوج روانہ کریں۔

رستم وزیر جنگ

حضرت عمر کی بیعت کے لئے لوگ دور دور سے آئے ہوئے تھے۔ آپ نے کئی روز تک وعظ کہا۔ اور جہاد کی ترغیب دی۔ مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اس لئے کہ مدت ہائے دراز سے عربوں پر ایرانیوں کا رعب چھایا ہوا تھا۔ چوتھے روز حضرت عمر نے ایسی جوش انگیز تقریر کی کہ دل دہل گئے مثنیٰ نے کہا کہ ہم نے ایرانیوں کو دیکھ لیا ہے۔ وہ مرد میدان نہیں ہیں۔ اور ہم نے ان کے بڑے بڑے شہروں پر قبضہ کر لیا ہے۔

یہ سنتے ہی سب سے پہلے ابو عبید ثقفی نے اپنے آپ کو پیش کیا اب تو حاضرین ایک دوسرے پر سبقت کرنے لگے۔ حضرت عمر نے ابو عبید ثقفی ہی کو اس فوج کا امیر بنا دیا وہ صحابی نہ تھے۔ اس لئے انھیں آپ نے خاص طور پر تاکید کر دی کہ وہ صحابہ سے ضرور مشورہ کر لیا کریں۔

مسلمانوں کے مسلسل حملوں نے ایران کو بیدار کر دیا تھا۔ یزدگرد کم عمر تھا۔ اور پوران دخت اس کی نیابت میں کام کرتی تھی۔ سب نے مشورہ کر کے والی خراسان کے بیٹے رستم کو وزیر جنگ بنا دیا۔ جو نہایت نامور۔ شجاع اور مدبر تھا رستم نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ہر طرف ہرکارے بھیج کر دیہات و قصبات میں مذہبی و قومی جوش پیدا کر دیا۔ اور ابو عبید کے پہونچنے سے قبل ہی اضلاع فرات میں بغاوت کرا دی۔ رستم کی امداد کے لئے اور دو فوجیں ایران سے روانہ کر دی گئیں۔ جن کے سپہ سالار نرسی اور جاپان تھے۔ دونوں نے الگ الگ راستہ اختیار کیا۔ جاپان نے نمارق میں قیام کیا۔ ابو عبید نے بڑھ کر اس کو شکست دی۔ اور اس کے دو مشہور فوجی افسر جوشن شاہ اور مردان شاہ کو قتل کر دیا۔

جاپان کو جس شخص نے گرفتار کیا۔ وہ اسے جانتا نہ تھا۔ جاپان نے اس سے کہا

مجھ بڈھے کو گرفتار کر کے کیا لو گے۔ میں تمھیں دو جوان غلام دیتا ہوں مجھے چھوڑ دو سپاہی نے منظور کر لیا۔ لوگوں نے دیکھا تو اسے پہچان لیا۔ اور گرفتار کر کے ابوعبید کے پاس لے آئے انھوں نے کہا کہ ایک مسلمان نے اس کو امان دی ہے۔ اب کسی صورت سے بھی بدعہدی جائز نہیں اور اسے اس کی فرودگاہ تک پہونچا دیا۔

ہاتھیوں کی آمد

جو ایرانی اس جنگ سے بھاگ کر بچ گئے تھے۔ وہ کسکر جا کر نرسی کی فوج میں مل گئے سقاطیہ کے میدان میں مسلمانوں نے ان کو ایسی زبردست شکست دی کہ آس پاس کے تمام امرا مسلمانوں کے مطیع و فرماں بردار بن گئے۔ اس شکست کا حال سنکر رستم نے ایک اور فوج بہمن جادویہ کے ماتحت روانہ کی اور ایرانیوں کا متبرک علم درفش کاویانی بھی اس کے ساتھ کر دیا۔ جو فتح و نصرت کا نشان خیال کیا جاتا تھا۔ فرات کے اس کنارے پر یہ فوج تھی۔ اور دوسری طرف عسکر اسلام ابوعبید نے امرائے لشکر کی رائے سے اختلاف کر کے دریا کو عبور کیا۔ مگر جس میدان میں خیمہ زن ہوئے وہ ناہموار اور تنگ تھا۔

اس جنگ میں پہلی مرتبہ عربوں کو ایران کے کوہ پیکر ہاتھیوں سے مقابلہ کرنا پڑا جن پر گھنٹے بندھے ہوئے تھے۔ عربی گھوڑے انھیں دیکھکر خوف زدہ ہو گئے۔ اس لئے مسلمانوں کو پیدل ہونا پڑا اور ہاتھیوں کے ہودوں کی رسیاں کاٹ کاٹ کر سواروں کو زمین پر گرانے لگے! ابوعبید نے ایک سفید ہاتھی پر وار کیا۔ اس نے ان کے سینہ پر پاؤں رکھ کر سینہ کی پسلیاں چور چور کر دیں۔ اب ایرانیوں کا قدم آگے بڑھ رہا تھا۔ اور مسلمان پیچھے ہٹ رہے تھے۔ جب دریا کنارے پہونچے تو پل موجود نہ تھا

اس لیئے کہ بنو ثقیف کے ایک شخص نے پل کی رسیاں اس لیئے کاٹ دی تھیں۔کہ مسلمان واپسی کا خیال چھوڑ دیں

مثنیٰ نے ایرانی فوجوں کو روکے رکھا یہاں تک کہ پل تیار ہو گیا۔صرف تین ہزار سپاہی بچ سکے باقی چار ہزار کے قریب غرق ہو گئے۔حضرت عمرؓ کو اس شکست سے سخت تکلیف ہوئی۔آپ نے تمام عرب میں جوش پیدا کر دیا۔یہاں تک کہ بنو نمر و تغلب کے عیسائی سردار بھی مسلمانوں کے ساتھ مل گئے۔اور کہا کہ عرب و عجم کا مقابلہ ہے۔اس قومی جنگ میں ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔چنانچہ جو فوج تیار ہوئی وہ حضرت جریر بن عبداللہ البجلی کے ماتحت روانہ کر دی گئی۔خود مثنیٰ نے بھی سرحد سے ایک لشکر مرتب کر لیا۔

جنگ بویب

رستم نے ان سے مقابلہ کے واسطے بارہ ہزار جنگ آزما سپاہی مہران بن مہرویہ کے ماتحت روانہ کیئے جس نے عرب میں تربیت حاصل کی تھی۔دونوں فوجوں نے بویب کے قریب ڈیرے ڈال دیئے درمیان میں دریائے فرات تھا۔ایرانی لشکر دریا کو عبور کر کے صف آرا ہوا۔مثنیٰ نے اپنی فوج کو حضرت خالد کے طریق پر مرتب کیا نہایت خون ریز جنگ ہوئی گذشتہ جنگ میں جو لوگ بھاگ گئے تھے۔انھوں نے اس بے جگری سے لڑائی کی کہ درجہ شہادت کو پہونچ گیے۔

مثنیٰ اپنے قبیلہ کو لے کر مہران کے میمنہ پر حملہ آور ہوا۔اور شکست دیتے ہوئے قلب تک پہونچ گیا۔اس سے ایرانیوں میں بھاگڑ پڑگئی۔مثنیٰ نے آگے بڑھ کر پل توڑ دیا۔مہران کو بنی تغلب میں سے ایک شخص نے قتل کر دیا۔اور ایرانیوں کے کشتوں کے پشتے لگ گئے۔جب ان فتوحات کی اطلاع ایران کے پایہ تخت

میں پہونچی تو سب طرف کہرام مچ گیا۔ سب نے باہمی اختلافات مٹا دیئے ارزمی دخت کو معزول کر کے یزدگرد۔ اکیس سال کے نوجوان کو تخت پر بٹھایا۔ اور مسلمانوں کے مفتوحہ مقامات میں بغاوت پھیلا دی۔ چنانچہ وہ سب کے سب ان کے ہاتھ سے نکل گئے

قادسیہ کی جنگ

حضرت عمرؓ نے ایرانیوں کا یہ حال سنا تو تمام قبائل عرب میں فرمان بھیج دیا کہ شاعر، خطیب، صاحب الرائے اور لڑنے والے مدینہ میں جمع ہوں۔ اُدھر مثنیٰ ہٹ کر عرب کی سرحد میں آ گئے۔ حضرت عمر نے مقدمہ پر حضرت طلحہ، میمنہ پر حضرت زبیر۔ اور میسرہ پر حضرت عبدالرحمن بن عوف کو مقرر کیا۔ اور ارادہ کیا کہ خود میدان میں جائیں۔ مگر مدبرین صحابہ کے اصرار پر آپ کو رکنا پڑا اس لئے آپ نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو سپہ سالار بنایا۔ مگر زیادہ تر اختیارات اپنے ہاتھ میں رکھے۔ اس فوج نے زرود میں قیام کیا حضرت سعد نے اپنے لشکر کا جائزہ لیا تو اس کی تعداد بیس ہزار تھی۔ جن میں تقریباً ستر وہ صحابہ کرام تھے جو جنگ بدر میں شریک تھے۔ تین سو بیعت الرضوان کے فداکار تھے۔ اتنے ہی وہ حضرات تھے جو فتح مکہ میں حصہ لے چکے تھے۔ سات سو کو صحابہ کی اولاد ہونے کی عزت حاصل تھی۔

یہاں پر حضرت سعد نے اپنی فوج کے مختلف دستے بنا کر ان پر الگ الگ امرا مقرر کر دیئے پھر بمقام شراف قیام کیا۔ ایام جاہلیت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ عراق کی سیاحت کر چکے تھے۔ انھیں یہاں کے چپہ چپہ سے واقفیت تھی۔ اس لئے حضرت سعد کو حکم تھا کہ جہاں قیام کریں۔ اس جگہ کا نقشہ ضرور دربار خلافت

ہیں بھیج دیا کریں۔ جب اُنھوں نے ثسراف کا نقشہ بھیجا تو حضرت عمر کا حکم آیا کہ آگے بڑھکر قادسیہ میں پڑاؤ کریں۔ جہاں سے ایران کا پایہ تخت تین منزل پر ہے مورچے اس طرح قائم کریں کہ فارس کی زمین سامنے ہو۔ اور عرب کا پہاڑ محافظت کا کام دے کچھ عقل مند مسلمان دربار ایران میں بھیج دیں کہ تبلیغ اسلام کا فرض ادا ہو۔

اس فرمان کے بموجب حضرت سعدؓ نے قادسیہ میں اپنے مورچے جما دیئے اور چودہ اشخاص کو منتخب کر کے نعمان بن مقرن کی سرکردگی میں مدائن بھیجا شاہ یزدگرد نے ان کو ہیبت زدہ کرنے کے لیئے بڑے تزک و احتشام سے دربار سجایا تھا۔ مگر یہ لوگ دربار میں اس طرح داخل ہوئے کہ موزے پہنے ہوئے تھے۔ اور تازیانے ان کے ہاتھ میں تھے۔ عربوں کی اس ہیئت سے نہ صرف ارکان سلطنت خوف زدہ ہوئے بلکہ خود شاہ بھی مرعوب ہو گیا۔ اب ترجمان کی معرفت گفتگو شروع ہوئی۔ رئیس وفد نے اسلام کے محامد بیان کر کے کہا۔ اگر تم اسلام لے آؤ تو ہم تمہارا ملک چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ تمھیں کتاب اللہ کے مطابق چلنا ہوگا۔ ورنہ جزیہ دو۔ ہم تمہاری حفاظت کریں گے۔ یہ بھی منظور نہیں تو پھر جنگ ہے۔

یزدگرد اور اس کے ارکان سلطنت نشہ مال و دولت میں مخمور تھے۔ وہ کب ان بادیہ نشینوں کا دین قبول کرتے کہا کہ رستم زبردست فوج لے کر آ رہا ہے وہ تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو قادسیہ کی خندق میں دفن کر دے گا۔ رستم ایک لاکھ بیس ہزار فوج کے ساتھ ساباط میں ٹھہرا ہوا تھا۔ اور یزدگرد کی تاکید کے باوجود جنگ سے جی چراتا تھا۔ کئی ماہ اسی طرح گذر گئے مسلمان آس پاس کے دیہات سے اپنا سامان رسد لے آتے۔ آخر رستم تنگ آ گیا۔ اور وہاں سے نکل کر

قادسیہ کے میدان میں آگیا۔ اس نے مدتوں جنگ کو ٹالنے کی کوشش کی سفرا آتے اور جاتے رہے۔ مگر مسلمانوں کا دو ٹوک جواب یہ تھا۔ اسلام یا جزیہ۔ ورنہ تلوار کا فیصلہ آخری ہوگا۔ جب رستم کا پیمانہ صبر لبریز ہوگیا تو اس نے کہا آفتاب کی قسم اب تمام عرب کو ویران کردونگا۔

حضرت سعد اس دوران میں جاسوسوں کی معرفت دشمن کے حالات معلوم کرتے رہتے۔ ایک شب کو ایک مسلمان طلحہ نامی ایرانی لباس پہن کر دشمن کی فوج میں گھس گیا۔ اس نے ایک قیمتی گھوڑا دیکھا۔ جس پر وہ خود سوار ہوگیا اور اپنا گھوڑا اس کی جگہ باندھ دیا اتفاق سے وہ گھوڑا کسی افسر کا تھا۔ اسے پتہ لگا تو وہ سواروں کو لے کر اس کے پیچھے بھاگا۔ طلحہ نے مڑ کر ایسا حملہ کیا کہ دو کو مار ڈالا اور تیسرے کو قید کر لیا۔ جو بعد کو مسلمان ہوگیا۔ اس نے ایرانی فوج کے مخفی حالات بیان کیے اور مسلمانوں کی بیش قیمت خدمات انجام دیں۔

یوم الارماث

غرض محرم ۱۴ھ ہجری کو جنگ شروع ہوئی۔ تمام میدان انسانوں کا جنگل دکھائی دیتا تھا۔ حضرت سعد کو عرق النسا کی شکایت تھی۔ اور چلنے پھرنے کے ناقابل تھے۔ اس لیے وہ میدان کے کنارے ایک پرانے محل میں ٹھہر گئے۔ نیچے خالد بن عرفطہ کو کھڑا کر دیا۔ اوپر سے وہ احکام لکھ کر نیچے پھینک دیتے۔ اور خالد ان ہدایات کو روسائے فوج کے پاس پہنچا دیتے۔

ظہر کی نماز کے بعد حضرت سعد نے تین تکبیریں کہیں۔ اور جنگ کا آغاز ہوا۔ ہاتھیوں کو دیکھ کر عربی گھوڑے بدکنے لگے۔ اور سواروں کے ساتھ پیدل فوج کے بھی پاؤں

اکھڑا گئے طلحہ نے اپنے قبیلہ بجیلہ کو حکم دیا۔ اس کے لوگوں نے اس شدت سے ہاتھیوں پر تیر برسائے کہ سواریاں نیچے آرہیں۔ لڑائی زوروں پر تھی کہ شام کی تاریکی نے دونوں حریفوں کو الگ کر دیا۔ یہ قادسیہ کا پہلا معرکہ تھا۔ عربی میں اسے یوم الارماث کہتے ہیں۔

معرکہ اغواث

دوسرے دن مسلمانوں نے شہدا کو دفن کیا۔ اور عورتوں نے زخمیوں کی مرہم پٹی کی۔ ادھر جنگ ہو رہی تھی کہ شام کی چھ ہزار فوج حضرت سعد کے بھتیجے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص کے زیر قیادت حضرت عمر کے حکم سے پہنچ گئی۔ اسی کے ساتھ حضرت عمر کے قاصد بھی آ گئے جنہوں نے ان تحائف کا اعلان کیا۔ جو امیرالمومنین نے ان کے ساتھ بھیجے تھے کہ یہ ان لوگوں کو ملیں گے جو ان کا حق ادا کریں گے۔

اس روز عربوں نے ہاتھیوں کا بدلہ یوں لیا کہ اونٹوں پر جھول اور برقعہ ڈال کر انھیں اس قدر خوفناک بنا دیا کہ جدھر جاتے ایرانیوں کے گھوڑے دیکھ کر بدکتے تمام دن جنگ ہوتی رہی۔ اس میں بڑے بڑے ایرانی سردار مارے گئے۔ اس روز مسلمان دو ہزار اور ایرانی دس ہزار مقتول ہوئے اس معرکہ کا نام عربی میں ارغواث ہے۔

ابو محجن ثقفی

یہ بہادر صحابی شراب پینے کے جرم میں حضرت سعد کے گھر میں قید تھے۔ لڑائی کا منظر دیکھ کر بے تاب ہو گئے۔ حضرت سعد کی بیوی سلمیٰ سے کہا مجھے چھوڑ دو زندہ رہا تو آ جاؤں گا۔ اور اپنے ہاتھ سے بیڑیاں پہن لوں گا۔ سلمیٰ نے ان کی بیڑیاں کاٹ

دیں وہ سعد کے گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں پہونچ گئے۔ جس طرف جاتے دشمن کی صفوں کو اُلٹ پلٹ دیتے سب حیران تھے کہ یہ کون نیزہ باز ہے۔

شام ہوئی تو ابو محجن اپنی بہادری کے جوہر دکھا کر قید خانہ میں واپس آ گئے۔ شب کے وقت حضرت سعد نے اپنی بیوی سے ایک غیر معروف جوان مرد کا ذکر کر کے کہا کہ میں اس شخص کو کبھی سزا نہ دوں گا۔ جو اس طرح اسلام پر اپنی جان نثار کرے حضرت ابو محجن رضی اللہ عنہ نے کہا۔ خدا کی قسم میں بھی آج سے شراب کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا

یوم العماس

تیسرے دن پھر ہاتھیوں کی مصیبت سامنے تھی۔ حضرت سعد نے ضخم اور سلم پارسی نومسلموں سے مشورہ کیا۔ اُنھوں نے کہا کہ ان کی آنکھیں اور سونڈ بیکار کر دیجئے۔ حضرت سعد نے قعقاع۔ حمال اور ربیع کو اس خدمت پر مامور کیا۔ اُنھوں نے ہاتھیوں کو نرغہ میں لے کر اس قدر برچھے مارے کہ ان کی آنکھیں بیکار ہو گئیں، قعقاع نے آگے بڑھ کر سفید ہاتھی کی سونڈ پر اس زور سے تلوار ماری کہ مستک الگ ہو گئی اب ہاتھی بھاگا۔ اس کا بھاگنا تھا کہ دم کے دم میں یہ سیاہ بادل چھٹ گیا

اب مسلمانوں نے پوری قوت کے ساتھ ایرانیوں پر حملہ کیا۔ رات بھی جنگ کا سلسلہ جاری رہا۔ تلواروں کی جھنکار، نعروں کی گرج، اور گھوڑوں کی آواز کے سوا اور کچھ سُنائی نہ دیتا تھا۔ اسی لئے اس کو لیلۃ الہریر کہتے ہیں۔ ظہر سے پہلے پہلے ایرانی فوج نے شکست کھائی۔ اب مسلمانوں نے قعب کی طرف بڑھ کر درفش کاویانی چھین لیا۔ رستم بھی زخموں سے چور چور ہو کر بھاگ نکلا۔ نہر میں کودا ہی تھا کہ ہلال بن عرفہ نے اس کی ٹانگیں پکڑ کر نکال لیا۔ اور قتل کر ڈالا۔

رستم کی موت نے ایران کی قسمت کا فیصلہ کر دیا۔ ایرانی تیس ہزار مقتولین میدان جنگ میں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ آٹھ ہزار مسلمان شہید ہو گئے۔ حضرت سعد نے فتح و نصرت کا بشارت نامہ امیرالمومنین کے پاس روانہ کیا۔

حضرت عمر اس جنگ کی بابت فکرمند رہتے تھے۔ روزانہ صبح کو شہر سے باہر قاصد کا انتظار کرتے۔ اور دوپہر کو لوٹ جاتے۔ جس روز قاصد آیا تو شہر کے باہر ہی انھوں نے حالات پوچھنے شروع کر دیئے۔ وہ سواری کو تیزی سے لا رہا تھا۔ اور حالات بھی سناتا جاتا تھا۔ اور امیرالمومنین پیچھے پیچھے دوڑتے چلے آتے تھے۔ جب شہر میں داخل ہوئے تو لوگوں نے امیرالمومنین کہہ کر آپ کو سلام کیا۔ قاصد نے کہا۔ آپ نے مجھے پہلے کیوں نہ خبر کر دی۔ پھر اس سے خطاب کر تمام لوگوں کو سنایا

بصرہ کی داغ بیل

حضرت عمر کو ڈر تھا کہ ایرانی ابلہ کی طرف سے مسلمانوں پر حملہ نہ کر دیں اس لئے آپ نے مدینہ سے ایک اور فوج عتبہ بن غزوان کے ماتحت روانہ کی۔ جس جگہ یہ لوگ آکر ٹھہرے وہاں اب بصرہ آباد ہے۔ سنہ ۱۴ھ میں مسلمانوں نے ابلہ فتح کیا۔ پھر بصرہ کی داغ بیل ڈالی گئی۔

حضرت سعد نے دو ماہ تک قادسیہ میں آرام کیا۔ پھر برس کی طرف بڑھ کر ہرمز کو شکست دی۔ یہ بابل کو بھاگ گیا۔ جہاں تمام ایرانی لشکر جمع تھا۔ یہاں بھی وہ مسلمانوں کے حملہ کی تاب نہ لائے حضرت سعد نے کوثی اور بہرہ شیر کو فتح کیا۔ اور اطراف کے روساء سے عہد نامہ کیے۔

مدائن

یزدگرد مدائن کے تمام ذخائر منتقل کر رہا تھا۔ ایرانیوں نے مسلمانوں کے خوف سے بہرہ شیر اور مدائن کے درمیان دریائے دجلہ کا پل توڑ دیا تھا۔ حضرت سعد اور ان کی فوج نے اللہ پر بھروسا کر کے دریا میں گھوڑے ڈال دیئے اور باتیں کرتے پار ہوگئے۔ دوسرے کنارہ پر ایرانی یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ چلا اٹھے کہ دیوان آمدند۔ یزدگرد ان کی آمد کی خبر سن کر اپنے اہل وعیال سمیت بھاگ گیا جو رہ گئے انھوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا۔

ایوان کسریٰ میں حضرت سعد نے فتح کے شکریہ میں نماز پڑھی اور اسی میں جمعہ کی نماز ادا کی یہ پہلا جمعہ تھا جو مسلمانوں نے ایران میں ادا کیا۔ تمام ذخائر کا پانچواں حصہ دربار خلافت میں بھیجا گیا۔ اس میں ایک فرش ساٹھ گز مربع تھا جس میں زروجواہر کے بیل بوٹے تھے۔ حضرت علیؓ کے حکم سے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے تقسیم کر دیا گیا۔

جلولار

قادسیہ میں شکست کھا کر ایرانیوں نے جلولار کو مرکز بنایا۔ رستم کے بھائی خرزاد نے زبردست جمعیت فراہم کر کے مورچہ بندی کر لی۔ اور اپنے چاروں طرف خندق کھود کر اس کے گرداگرد کانٹے اور گوکھرو بچھا دیئے حضرت سعد نے ہاشم بن عتبہ کو بارہ ہزار فوج دے کر اس کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا صفر ۱۶ھ میں انھوں نے دشمن کا محاصرہ کر لیا۔

جلولار نہایت مستحکم مقام تھا۔ یزدگرد حلوان سے برابر کمک اور خوراک بھیج رہا تھا اور خود محصورین کے پاس بھی کافی سامان تھا۔ مہینوں محاصرہ رہا۔ آخر ایک روز مسلمانوں

نے ہمت کر کے ہلّہ بول دیا ایرانی بھاگے تو مسلمانوں نے شہر پر قبضہ کر لیا۔ اور خانقین تک ان کا تعاقب کیا۔ شکست کی خبر سنتے ہی یزد گرد رے کو چل دیا۔ قعقاع نے حلوان پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور اعلان کر دیا کہ جو لوگ اسلام یا جزیہ قبول کریں گے۔ وہ ہر طرح سے محفوظ رہیں گے۔ اس پر بہت سے روساء اور امراء خود بخود دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ یہ عراق کی آخری فتح تھی۔ یہاں پر اس کی حد ختم ہو جاتی ہے۔

حضرت عمرؓ چاہتے تھے کہ فتوحات کا سلسلہ عراق تک رہے۔ لیکن ایرانی اس کی چھن جانے پر کب چین سے بیٹھ سکتے تھے۔ بہت سے ایرانی تکریت میں جمع ہو گئے تو حضرت سعدؓ نے ان کی گوشمالی کے لئے عبداللہ بن معتم کو بھیجا۔ انہوں نے چالیس روز تک اس کا محاصرہ کیا۔ اس درمیان میں چوبیس حملے ہوئے اور ہر مرتبہ کامیاب رہے۔ نصارائے عرب نے ابن معتم سے صلح کر لی اور جس وقت مسلمانوں کے نعرۂ تکبیر کی آواز سنی تو انھوں نے بھی زور سے تکبیر کہی۔ ایرانی سمجھے کہ پیچھے سے اسلامی فوج آ گئی۔ بھاگے تو مسلمان ان پر ٹوٹ پڑے۔ اور بے شمار ایرانیوں کو قتل کیا۔

حضرت عمرؓ کے بھائی ضرار نے ماسبذان فتح کیا۔ عمر بن مالک نے ہیت اور قرقیسیا پر قبضہ کر کے اطراف کے لوگوں سے جزیہ پر مصالحت کر لی۔ اب عراق میں بالکل امن و امان قائم ہو گیا۔ اور لوگ اطمینان کے ساتھ کاروبار میں لگ گئے۔

عراق کی آب و ہوا عربوں کے ناموافق تھی۔ اس لئے حضرت عمرؓ کے حکم سے حضرت سعدؓ نے سلمان اور حذیفہ کو بھیجا۔ جنھوں نے دریائے فرات کے مغرب میں ایسی جگہ تلاش کی جس کی زمین ریتلے سنگریزوں سے ملی جلی تھی۔ دونوں نے یہاں نماز پڑھی۔

دعا مانگی۔ اور محرم ١٧ھ میں حضرت سعد یہاں آکر آباد ہوگئے۔ یہ آبادی کوفہ کے نام سے موسوم ہوئی۔

یہاں سے انھوں نے تین فوجیں روانہ کیں۔ ایک سہیل بن عدی کے ماتحت رقہ کی طرف۔ دوسری عبداللہ بن عتبان کی نگرانی میں نصیبین کی جانب اور تیسری عقبہ بن ولید کی امارت میں جزیرہ کے عربی باشندوں کو دبانے کے لیے ان تینوں فوجوں کے سالار عام عیاض بن غنم تھے۔ اس فوج کشی کا نتیجہ اچھا رہا۔ اور سب جگہ پر پرچم اسلامی لہرانے لگا۔

ہرمزان کا اسلام

حدود بصرہ پر اہواز تھا جس میں ہرمزان اپنی فوجیں لیے ہوئے پڑا تھا۔ اور اسلامی مقبوضات پر ڈاکے ڈالتا تھا۔ امیر بصرہ عتبہ بن غزوان نے حملہ کر کے اس کو شکست دی۔ اور اس نے اہواز و مہرجان کا علاقہ دے کر صلح کر لی۔

یزدگرد رے سے نکل کر مرو میں مقیم ہوگیا۔ اور فارس و خوزستان کے امرا کو عرب کے خلاف ابھارا۔ حضرت سعد نے خلیفہ کے حکم سے نعمان بن مقرن کو زبردست فوج کے ساتھ خوزستان کی طرف روانہ کیا۔ والی بصرہ نے بھی سہیل بن عدی کے ماتحت فوج بھیجی۔ ان دونوں فوجوں کے سالار عام ابو سبرہ تھے۔ نعمان نے رامہرمز کی طرف بڑھ کر ہرمزان کو شکست دی۔ جو تستر بھاگ گیا۔ مگر نعمان نے اس کا وہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا۔ آخر کئی ماہ کے محاصرہ کے بعد تستر پر بھی قابض ہوگئے۔ ہرمزان کو اس کی خواہش کے مطابق ایک وفد کے ساتھ مدینہ بھیج دیا گیا۔ جس نے وہاں جاکر اسلام قبول کر لیا۔ حضرت عمر نے دو ہزار درہم سالانہ اس کی تنخواہ مقرر کر دی۔ آپ ایران

کے معاملات میں اس سے برابر مشورے لیا کرتے تھے۔

فتح الفتوح

مرو تمام سازشوں کا مرکز تھا۔ یزدگرد نے کوشش کر کے ڈیڑھ لاکھ نوجوان نہاوند کے میدان میں جمع کر دیئے نعمان بن مقرن بھی تیس ہزار جنگ آزما سپاہیوں کے ساتھ آگئے نہایت ہیبت ناک جنگ ہوئی۔ اس قدر خون بہا رکہ گھوڑوں کی ٹاپ پھسلنے لگی۔ نعمان بھی زخمی ہو کر گھوڑے سے گر پڑے۔ حذیفہ بن یمان نے بڑھ کر علم سنبھال لیا شام تک جنگ ہوتی رہی۔ آخر ایرانیوں نے شکست کھائی مسلمانوں نے ہمدان تک ان کا تعاقب کیا

امیر المومنین کو اس فتح کی اطلاع ملی تو بہت خوش ہوئے۔ اور نعمان کی شہادت پر اسی قدر غم کا اظہار کیا۔ اس لڑائی میں تقریباً تیس ہزار ایرانی مارے گئے۔ اس لڑائی میں ان کا زور بالکل ٹوٹ گیا۔ پھر وہ اتنی قوت کے ساتھ مسلمانوں سے کوئی لڑائی نہ لڑ سکے۔ اسی لئے نہاوند کی جنگ کو فتح الفتوح سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس لڑائی میں وہ فیروز گرفتار ہوا جس کے ہاتھ سے حضرت عمر کی شہادت مقدر تھی۔

عام پیش قدمی

اس لڑائی کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیال پیدا ہوا کہ جب تک تخت ایران کا مالک اس ملک میں موجود ہے۔ فتنہ و فساد کا دروازہ بند نہیں ہوگا۔ اس لئے انہوں نے عام پیش قدمی کا حکم دیا۔ آپ کے حکم سے حسب ذیل امراء ۲۱ھ میں مختلف اطراف کو روانہ کئے گئے۔ جنہوں نے ڈیڑھ دو برس کے اندر اندر کسریٰ کی حکومت کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

احنف بن قیس - خراسان -
مجاشع بن مسعود سلمی خرہ اردشیر وسابور -
عثمان بن ابی العاص ثقفی - اصطخر -
ساریہ بن زہیم کنانی ، فساد درابجرد -
سہیل بن عدی ، کرمان -
عاصم بن عمرو ، سیستان -
حکیم بن عمر تغلبی - مکران -

اصفہان

عبداللہ بن عتبہ فوج لے کر اصفہان پہونچے تو اس کے حاکم نے کہا سپاہیوں کا خون مت بہاؤ ہم دونوں مل کر فیصلہ کریں - چنانچہ اس نے جتنے وار عبداللہ پر کئے - وہ سب خالی گئے اب عبداللہ کی باری آئی تو اس نے کہا میں شہر آپ کے حوالہ کرتا ہوں - جو جزیہ دے اسے رہنے دیجئے - اور جو نہ دے اسے جانے کی اجازت دیجئے صلح نامہ مرتب ہوتے ہی اُنھوں نے یہاں ایک امیر مقرر کیا - اور خود سہیل بن عدی کی امداد کے لئے کرمان روانہ ہو گئے -

نعمان کے بھائی نعیم نے واج رود میں ایرانیوں کی بہت بڑی فوج کو خوں ریز معرکہ کے بعد شکست دی - جس کے بعد رے - قوس ، جرجان اور طبرستان کے لوگوں نے بھی ان سے مصالحت کر لی -

یزدگرد کی دائمی فرادی

احنف بن قیس خراسان کی مہم پر روانہ کئے گئے تھے - اُنھیں معلوم ہوا کہ یزدگرد نے

وہاں کے رئیسوں اور مرزبانوں کو مسلمانوں سے لڑنے پر آمادہ کرلیا ہے۔ احنف نے ہرات کے میدان میں ایرانیوں کو شکست دی۔ یزدگرد نے مرو رود پہونچ کر ترکستان اور چین کے بادشاہ سے امداد طلب کی۔ اور خود بلخ چلا گیا۔ مگر احنف نے اس کا تعاقب نہ چھوڑا اور وہاں بھی اس کو شکست دی۔ آخر وہ دریائے جیحون عبور کر کے تاتاری علاقہ میں داخل ہو گیا۔

شاہ ایران جب خاقان کے دربار میں پہونچا تو اس نے بڑی آؤ بھگت کی۔ اور بہت بڑی فوج لے کر یزدگرد کے ہمراہ خراسان کی طرف بڑھا۔ احنف بن قیس نے بھی اپنی فوجوں کو کھڑا کر دیا۔ اور خاقان کو بہت جلد معلوم ہو گیا کہ مجاہدین سے لڑنا اس کی طاقت سے باہر ہے۔ چنانچہ وہ اپنی فوج سمیت واپس چلا گیا۔ یزدگرد کو خاقان کے جانے کی اطلاع ملی تو مایوس ہو کر خزانہ اور جواہرات لے کر ترکستان جانے لگا درباریوں نے دیکھا کہ وطن کی دولت باہر جا رہی ہے۔ اس سے سب کچھ چھین لیا۔ وہ بے سر و سامان خاقان کے پاس گیا۔ اور مدتوں فرغانہ کی گلیوں کی خاک چھانتا رہا۔

احنف بن قیس نے فتح کا بشارت نامہ حضرت عمر کے پاس بھیجا تو آپ نے لوگوں کو جمع کر کے یہ مسرت انگیز خبر سنائی اور ایک موثر تقریر کے آخر میں فرمایا کہ اب مجوسی سلطنت برباد ہو گئی۔ وہ ہمارا کوئی نقصان نہیں کر سکتے۔ لیکن اگر تم بھی صراط مستقیم پر نہ رہے تو اللہ تم سے چھین کر دوسروں کو حکومت دے دے گا۔
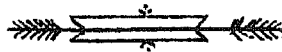
شام

دمشق

آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ جنگ یرموک کے دوران میں حضرت ابوبکرؓ کی وفات اور حضرت عمرؓ کی خلافت کی اطلاع آگئی تھی۔ ذی قعدہ ۱۴ھ میں حضرت ابوعبیدہ نے فحل پر حملہ کیا کیوں کہ شکست خوردہ رومی اسی جگہ جمع تھے۔ ایک ہی حملہ میں شہر پر مسلمان قابض تھے۔ اس کی وجہ سے ضلع اردن کے تمام شہر اور مقامات مسلمانوں کے قبضہ میں آگئے۔ رعایا ذمی قرار دی گئی اور اعلان کر دیا گیا کہ مفتوحین کی جان، مال زمینیں۔ مکانات۔ گرجے۔ اور عبادت گاہیں محفوظ رہیں گی

دمشق قدیم زمانہ سے تجارت کا مرکز تھا۔ تمام سرداران شام اس کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ ایک رات حضرت خالد کو اطلاع ملی کہ دمشق کے پادری کے گھر میں لڑکا پیدا ہوا ہے۔ اور سب کے سب جشن میں مصروف ہیں۔ انھوں نے مشکوں پر خندق عبور کی۔ اور فصیل پر چڑھ کر اپنے ساتھیوں کو اوپر چڑھا لیا۔ پھر دربانوں کو قتل کر کے دروازہ توڑ ڈالا اور مسلمان شہر کے اندر داخل ہو گئے۔

یہ دیکھ کر رومیوں نے دوسری طرف سے حضرت ابوعبیدہ کے ساتھ صلح کر کے شہر کے دروازے کھول دیئے۔ اب ایک طرف سے حضرت خالد فاتحانہ شہر میں داخل ہو رہے تھے۔ اور دوسری طرف حضرت ابوعبیدہ صلح کیساتھ درمیان شہر میں دونوں کی

ملاقات ہو گئی اور مفتوحہ علاقہ بھی رقبہ صلح میں شامل کر دیا گیا۔

اب مسلمانوں نے حمص کا رخ کیا۔ کیوں کہ رومی فوجیں وہاں جمع ہو رہی تھیں راستہ میں بعلبک۔ حماۃ۔ شیزر اور معرۃ النعمان بھی فتح کرتے گئے۔ جب مسلمانوں نے اس شہر کا محاصرہ کیا تو جاڑے کا موسم تھا۔ رومیوں کو خیال تھا کہ عرب اس سردی کو برداشت نہیں کر سکیں گے۔ مگر انھیں بہت جلد اپنی غلطی محسوس ہو گئی۔ اور آخر صلح پر مجبور ہوئے۔ حضرت ابو عبیدہ نے یہاں حضرت عبادہ بن الصامت کو مقرر کیا۔ اور خود لاذقیہ کو جا کر فتح کر لیا حضرت خالد فتح حمص کے بعد قنسرین گئے۔ حلب کے قریب بمقام حاضر رومیوں سے مقابلہ ہوا۔ ان کا سردار میناس مارا گیا۔ فوج کا بڑا حصہ تلوار کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اور جو باقی بچے انہیں معذور سمجھ کر چھوڑ دیا گیا۔ قنسرین پہونچے تو وہاں کے لوگ قلعہ بند ہو گئے۔ مگر حضرت خالد کے حسن تدبیر کے سامنے ان کی کچھ پیش نہ گئی اور بالآخر صلح پر مجبور ہو گئے۔

جنگ یرموک

ان مسلسل شکستوں کی وجہ سے قیصر نہایت غضب ناک ہوا۔ اور اس نے اپنے تمام اثر و اقتدار سے کام لے کر انطاکیہ میں زبردست فوج جمع کر لی حضرت ابو عبیدہ نے بھی تمام افسروں سے مشورہ کرنے کے بعد اپنی قوت دمشق میں جمع کر لی۔ مفتوحہ ممالک کو خالی کر کے ذمیوں کی رقمیں واپس کر دیں۔ کیوں کہ اس رقم کی رو سے وہ ان کی حفاظت پر مجبور تھے۔ عیسائی اور یہودی ان کا یہ عدل و انصاف دیکھ کر روتے تھے۔ اور ان کی واپسی کی دعائیں مانگتے تھے۔

حضرت عمر نے سعید بن عامر کو ایک ہزار جواں مردوں کے ساتھ ان کی امداد کے

لئے روانہ کیا۔ اردن کے حدود میں یرموک کا میدان جنگ کے لئے نہایت موزوں تھا۔ اس لئے اسی کا انتخاب عمل میں آیا۔ رومی دو لاکھ تھے۔ اور مسلمان قریباً تیس ہزار۔ جو اپنی شجاعت میں عدیم النظیر تھے ان میں ایک ہزار صحابہ کرام تھے۔ جن میں سے سو وہ مقدس حضرات تھے جو جنگ بدر میں شریک ہو چکے تھے۔

پہلی لڑائی بے نتیجہ رہی۔ ۵ رجب ۱۵ھ کو دوسرا معرکہ پیش آیا تیس ہزار آدمی پاؤں میں بیڑیاں ڈالے ہوئے تھے کہ بھاگنے کا خیال نہ آنے پائے۔ پادری صلیبیں اٹھائے حضرت عیسیٰ کے نام پر جوش دلا رہے تھے۔ مگر آخر کار مسلمانوں کے استقلال و ثبات قدم نے رومیوں کے چھکے چھڑا دیئے۔ ایک لاکھ عیسائی مارے گئے، مسلمان صرف تین ہزار شہید ہوئے شکست کی خبر سنی تو قیصر بصد حسرت و افسوس شام کو آخری سلام کر کے ہمیشہ کے لئے قسطنطنیہ چلا گیا۔

اس فتح کے بعد مسلمانوں کی فوجیں اِدھر اُدھر پھیل گئیں اور بڑی آسانی سے حومہ، سرمین، توزی، قورس، تل، عزاز، ولوک، رعیان وغیرہ دوسرے مقامات پر قابض ہو گئیں

بیت المقدس

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فلسطین کی مہم پر متعین تھے۔ انھوں نے نابلس، لد، عمواس، بیت جبرین فتح کر کے ۱۶ھ میں بیت المقدس کا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا۔ حضرت ابو عبیدہ بھی فراغت حاصل کرنے کے بعد ان کے شریک کار ہو گئے رومیوں نے محاصرہ سے تنگ آکر صلح کی درخواست کی۔ اور شرط یہ کی کہ خود امیر المومنین یہاں آکر اس معاہدہ کو اپنے ہاتھ سے تحریر کریں۔

حضرت عمر کو اس شرط کی اطلاع دی گئی۔ تو آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ اور حضرت علی کو نائب مقرر کرکے رجب ۱۶ھ میں مدینہ سے روانہ ہوئے۔ مقام جابیہ میں امرائے لشکر نے آپ کا استقبال کیا۔ اسی جگہ بیت المقدس والوں کے سفرا آگئے۔ اور عہدنامہ مرتب ہوا جس پر خالد بن الولید، عمرو بن العاص، عبدالرحمٰن بن عوف اور معاویہ بن ابی سفیان گواہ تھے۔ عہدنامہ کا مضمون یہ تھا۔

"ان لوگوں کی جان ومال اور دین محفوظ رہے گا۔ نہ ان کے کنیسے توڑے جائیں گے۔ نہ ان میں کوئی مسلمان سکونت کر سکے گا۔ اور نہ ان کی حدود میں کمی ہوگی۔ یہودیوں کو اس میں نہ رہنے دیں گے۔ جو رومی یہاں ہیں وہ نکل جائیں۔ ان کے گھر پہونچنے تک امان ہے۔ اور جو شخص ان کے ساتھ جائے گا۔ اسے بھی امان ہے۔"

یہاں سے بیت المقدس تشریف لے گئے۔ پہلے مسجد میں گئے کنیسہ قمامہ کو دیکھنے لگے اتنے میں نماز کا وقت آگیا۔ عیسائیوں نے درخواست کی کہ آپ اسی جگہ نماز پڑھ لیں مگر آپ نے اس خیال سے کہ کہیں بعد کو مسلمان اس نصرانی معبد میں دست اندازی نہ کریں باہر نکل کر نماز پڑھی بیت المقدس سے واپسی پر آپ نے تمام اطراف مملکت کا دورہ کیا سرحدّ کو دیکھا۔ حفاظت کے انتظامات کئے۔ اور بخیر وخوبی مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

دوسرا سفر

۱۷ھ میں حضرت عمر نے شام کا دوسرا سفر کیا۔ مہاجرین وانصار کی بھی ایک جماعت آپ کے ساتھ تھی۔ بمقام سرغ اطلاع ملی کہ شام میں طاعون پھوٹ پڑا ہے صحابہ کرام سے مشورہ کرکے آپ واپس ہوگئے۔ یہ وبا طاعون عمواس کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں حضرت ابوعبیدہ، معاذ بن جبل، یزید بن ابی سفیان، حارث بن ہشام

سہیل بن عمروؓ اور عتبہ بن سہیل فوت ہو گئے۔ آخر حضرت عمرو بن العاص فوج کو لے کر پہاڑ پر چلے گئے۔ تب اس سے نجات ملی۔

وبا دور ہو جانے پر آپ پھر شام کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت علی آپ کے قائم مقام تھے۔ آپ نے سرحدوں کا انتظام کیا۔ اور اس طاعون میں جو لوگ فوت ہو گئے تھے۔ ان کا مال و اسباب ان کے وارثوں کے پاس پہونچا دیا۔ اور ان کی جگہ دوسرے لوگ مقرر کیئے۔

ایک روز لوگوں نے آپ سے درخواست کی کہ آپ حضرت بلال سے اذان کہلوا دیجیے۔ انھوں نے اذان دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک زمانہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ سب زار زار روتے تھے روتے روتے حضرت عمر کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔

مصر

فاتحانہ داخلہ

حضرت عمرو بن العاص زمانہ جاہلیت میں مصر کو اچھی طرح دیکھ چکے تھے۔ یہ رومی افواج کا بہت بڑا مرکز تھا۔ ان کا خیال تھا کہ اگر مصر فتح کر لیا جائے۔ تو پھر شام میں رومی فوجیں مسلمانوں کا مقابلہ نہ کر سکیں گی۔ اس لئے انھوں نے کئی بار حضرت عمرؓ سے مصر پر حملہ کرنے کی اجازت طلب کی۔ مگر وہ برابر انکار ہی کرتے رہے۔ آخر جب ان کا اصرار بڑھ گیا تو انھوں نے چار ہزار فوج دیکر مصر کی طرف انھیں روانہ کر دیا۔ فرما۔ بلبیس اور ام دنین کو فتح کرنے کے بعد دریائے نیل کے کنارہ مصر میں داخل ہوئے۔ مقوقس والی مصر بھی مقابلہ کی تیاریاں کر رہا تھا۔ اسلامی لشکر قریب آیا

تو وہ فسطاط میں قلعہ بند ہو گیا۔ حضرت عمر نے مسلمانوں کی امداد کے لئے حضرت زبیر بن العوام مقداد بن عمر، عبادہ بن صامت۔ اور سلمہ بن مخلد کو دس ہزار فوج کے ساتھ روانہ کیا حضرت عمرو بن العاص نے حضرت زبیر کو فوج کا افسر بنا دیا۔ سات ماہ تک محاصرہ رہا۔ آخر ایک روز حضرت زبیر زینہ لگا کر فصیل پر چڑھ گئے۔ اور اندر اتر کر قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ اور مسلمان فاتحانہ شہر میں داخل ہو گئے۔ مقوقس کی درخواست پر اسے امان دیگئی

اسکندریہ کی فتح

جب فوج یہاں سے اسکندریہ کو چلنے لگی۔ اور خیمے اکھاڑے جانے لگے تو فوج نے دیکھا کہ حضرت عمرو بن العاص کے خیمہ میں ایک کبوتری نے گھونسلہ بنالیا ہے۔ حضرت عمرو نے فرمایا کہ پرندہ کی خاطر اس خیمہ کو یہیں رہنے دو۔ ورنہ ہمارے مہمان کو تکلیف ہوگی۔ پھر اس جگہ وہ شہر آباد ہوا جس کا نام فسطاط ہے۔ عربی میں فسطاط کے معنی خیمہ کے ہیں۔ راستہ میں عیسائیوں نے کریون کے مقام پر بہت سخت مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھائی۔ اسکندریہ کو بھی مسلمانوں نے ایک مدت کے محاصرہ کے بعد فتح کر لیا۔

اسکندریہ کی فتح سے تمام مصر اسلامی مملکت میں آگیا۔ اور بہت کثرت سے قبطی برضا ؤ رغبت مسلمان ہو گئے۔ جب اس فتح و کامرانی کی اطلاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملی تو آپ نے سجدۂ شکر ادا کیا۔

سانحہ شہادت

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا ایک ایرانی غلام ابولولو فیروز تھا۔ اس نے ایک مرتبہ حضرت عمر سے شکایت کی کہ میرے آقا نے مجھ پر گراں قدر محصول لگا رکھا ہے۔ آپ کم کرا دیجئے آپ نے پوچھا کس قدر محصول ہے۔ اس نے جواب دیا۔ دو درہم روزانہ آپ نے

پوچھا تم کیا کام کرتے ہو۔ اس نے کہا۔ بخاری۔ نقاشی، اور آہنگری۔ آپ نے فرمایا پھر یہ محصول زیادہ نہیں۔ اس پر وہ ناراض ہو کر چلا گیا۔

دوسرے روز آپ صبح کی نماز پڑھا رہے تھے کہ فیروز نے خنجر سے آپ پر کئی وار کیئے ایک زخم ناف کے نیچے تھا۔ اور وہی سب سے زیادہ مہلک تھا۔ صف میں آپ کے پیچھے کلیب بن بکر لیثی تھے۔ ان کو بھی اس نے قتل کر دیا۔ لوگوں نے اس کو پکڑا تو خودکشی کر لی۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں سے پوچھا کہ مجھے کس نے قتل کیا ہے۔ نام بتایا گیا تو فرمایا۔ اللہ کا شکر ہے۔ میرا قاتل مسلمان نہیں۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف نے نماز پڑھائی۔ آپ نے اپنے صاحبزادہ عبداللہ کو حضرت عائشہؓ کے پاس اس درخواست کے ساتھ بھیجا۔ کہ انھیں رسول اللہ کے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت دی جائے۔ حضرت عائشہ اس حادثہ فاجعہ پر رو رہی تھیں۔ کہا میں نے اس جگہ کو اپنے لئے محفوظ رکھا تھا۔ مگر میں عمر کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں۔ حضرت عمر یہ مژدہ جان فزا سن کر بہت خوش ہوئے۔

آپ کو خیال ہوا کہ شاید حضرت عائشہؓ نے رعب خلافت کی وجہ سے اجازت دے دی ہو۔ اس لئے آپ نے اپنے صاحبزادہ عبداللہ کو وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد ایک مرتبہ پھر ان سے اجازت مانگیں۔ اگر اجازت مل جائے تو بہتر۔ ورنہ عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دیں۔

نامزدگی

جب صحابہ نے دیکھا کہ آپ کی حالت زیادہ تشویش ناک ہے تو آپ سے درخواست کی کہ اپنے بعد کسی کو خلیفہ نامزد کر دیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر ابو عبیدہ یا سالم مولی ابی

خدیفہ آج زندہ ہوتے تو میں انھیں خلافت کے لئے نام زد کر دیتا۔ کسی نے عرض کی کہ اپنے صاحبزادہ عبداللہ کو مقرر کر دیجئے۔ آپ نے جواب دیا جو شخص اپنی بیوی کو طلاق دینا نہیں جانتا وہ اس بارگراں کو کیسے سنبھال سکے گا

یہ سن کر لوگ خاموش ہوگئے۔ مگر پھر اصرار کیا تو آپ نے فرمایا یہ چھ آدمی ہیں حضرت علی، حضرت عثمان۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، زبیر اور طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ جنھیں رسول اللہ نے جنتی ہونے کی بشارت دی ہے۔ ان میں سے ایک کو اپنا امیر بنالو۔ مگر یہ کام میرے مرنے کے بعد تین دن کے اندر اندر ہو جائے مقداد بن اسود کو حکم دیا کہ دفن سے فارغ ہونے کے بعد ان چھ آدمیوں کو ایک مکان کے اندر بند کر دینا کہ انتخاب امیر کریں۔ عبداللہ بن عمر کو مشورہ کے لئے بلا لینا۔ مگر انھیں امارت سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ فیصلہ کثرت رائے سے ہو۔ اگر دونوں طرف رائے برابر ہو تو عبداللہ کی رائے پر فیصلہ کر دینا۔ اگر ان کی رائے قبول نہ ہو تو جس طرف عبدالرحمٰن بن عوف ہوں۔ وہ فریق غالب رہے گا۔ اور اگر اس کے بعد بھی کوئی شخص اپنے دعوے پر قایم رہے تو اسے قتل کر دینا۔

دنیا کا یہ جلیل القدر انسان تین دن بیمار رہ کر محرم ۲۴ھ کی پہلی تاریخ کو واصل بحق ہو گیا۔ ان کی وصیت کے مطابق حضرت صہیب نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور ۶۳ سال کی عمر میں دس سال چھ ماہ اور چار دن خلافت کر کے اپنے محبوب آقا کی پہلو میں ہمیشہ کے لئے سو گئے۔

بیت عمر

آپ کے ازواج کی تفصیل حسب ذیل ہے:—

زینب ہمشیرہ عثمان بن مظعون ، عبداللہ ، عبدالرحمن اکبر اور ام المومنین ۔ حضرت حفصہ کی والدہ ہیں ۔

ملیکہ بنت جرول خزاعی ، ان سے عبداللہ پیدا ہوئے } ان دونوں کو اسلام نہ لانیکی وجہ سے طلاق دے دی
قریبہ مخزومیہ ،

جمیلہ بنت قیس انصاریہ ، عاصم کی والدہ ان کو بھی طلاق دے دی

ام کلثوم بنت فاطمہ ۔ زید اور رقیہ کی والدہ

لہیہ یمنی ۔ ان سے عبدالرحمن اصغر پیدا ہوئے ۔

اور عاتکہ بنت زید ۔

خانگی زندگی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذریعہ معاش تجارت تھا ۔ مدینہ میں زراعت بھی شروع کر دی تھی ۔ خلیفہ ہونے کے بعد آپ کی تنخواہ مقرر ہو گئی ۔ جو معمولی خوراک اور لباس کے لئے کافی ہوتی ۔ ۱۵ھ میں جب دوسرے لوگوں کے وظائف مقرر ہوئے ۔ تو آپ کو بھی بدری ہونے کی وجہ سے پانچ ہزار درہم سالانہ ملنے لگے ۔ آپ کا گذارہ عموماً روٹی اور روغن زیتون پر تھا کبھی کبھی گوشت ، دودھ ، ترکاری اور سرکہ بھی دسترخوان پر ہوتا قمیص پہنتے ، اور عمامہ باندھتے ۔ جوتا قدیم عربی وضع کا ہوتا تھا ۔
آپ کا رنگ گندمی تھا ۔ ڈاڑھی گھنی اور مونچھیں بڑی بڑی تھیں ۔ قد اس قدر لمبا تھا کہ ہزاروں کے مجمع میں بھی سب سے سربلند نظر آتے تھے ۔ آپ کو مساوات کا بہت زیادہ خیال رہتا تھا قیصر و کسریٰ کے سفرا آتے تو وہ یہ تمیز نہ کر سکتے کہ ان میں شاہ کون ہے اور گدا کون ۔ ایک مرتبہ آپ مدعا علیہ کی حیثیت سے زید بن ثابت قاضی مدینہ کی

عدالت میں گئے تو انھوں نے تعظیم کے طور پر جگہ خالی کر دی۔ آپ نے فرمایا۔ تم نے اس مقدمہ میں پہلی ناانصافی کی ہے۔ پھر اپنے فریق کے پاس بیٹھ گئے۔ شام کے سفر میں آپ کے سامنے لذیذ کھانے پیش کئے گئے تو آپ نے پوچھا۔ کیا عام لوگوں کو یہ نعمتیں میسر آتی ہیں۔ لوگوں نے عرض کی کہ نہیں۔ فرمایا۔ پھر مجھے ان چیزوں کی ضرورت نہیں

رفاہ عام

آپ مجاہدین کے گھروں پر جاتے۔ ان کا سودا لا دیتے۔ میدان جنگ سے قاصد آتا تو فوجیوں کے خطوط ان کے گھروں پر پہونچاتے۔ ان پڑھ لوگوں کے خطوط لکھ دیتے۔ اور رات کے وقت گشت کرتے۔ ایک دفعہ شب کے وقت پھرتے پھرتے مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر پہونچے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ اس قدر رات گئے ایک عورت کچھ پکا رہی ہے۔ اور بچے رو رہے ہیں۔ جا کر پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ بچے بھوک سے تڑپ رہے ہیں۔ میں نے خالی ہنڈیا چڑھا دی ہے کہ روتے روتے سو جائیں گے آپ اسی وقت مدینہ آئے۔ بیت المال کا دروازہ کھول کر آٹا۔ گھی۔ گوشت اور کھجوریں لے کر چلے تو آپ کے غلام اسلم نے عرض کی کہ میں لے چلوں فرمایا۔ قیامت کے روز تو تم میرا بوجھ نہیں اٹھاؤ گے۔ وہاں جا کر حضرت عمر تو آگ سلگاتے رہے۔ اور بڑھیا کھانا پکاتی رہی۔ کھانا کھا کر بچے اچھلنے کودنے لگے تو حضرت عمر دیکھ کر بہت خوش ہوئے وہاں سے واپس ہونے لگے تو بڑھیا نے کہا۔ اللہ تمہیں جزائے خیر دے خلیفہ تمہیں ہونا چاہئے تھا۔ نہ کہ عمر کو۔ حضرت عمر نے فرمایا کل مدینہ آنا۔ اور بچوں کو ساتھ لانا خلیفہ تمہارا کچھ وظیفہ مقرر کر دے گا۔

ایک مرتبہ کچھ لوگ شہر کے باہر اترے تو آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا چلو پہرہ دیں۔ ان پر چور حملہ نہ کر دیں۔ چنانچہ رات بھر پہرہ دیتے رہے۔

مدینہ میں جس قدر مجبور، بے کس، اپاہج اور نابینا اشخاص تھے۔ ان کی خدمت گذاری کرتے۔ حضرت طلحہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک روز بہت سویرے حضرت عمرؓ کو ایک جھونپڑے میں داخل ہوتے دیکھا۔ حیران ہوا کہ یہاں آپ کا کیا کام معلوم ہوا کہ یہاں ایک ضعیف نابینا عورت رہتی ہے۔ آپ روزانہ اس کی خبرگیری کے لئے آتے ہیں۔

۱۸ھ میں قحط پڑا تو آپ ہر وقت بے قرار رہتے۔ دور دراز سے غلہ منگوا کر تقسیم کرتے گوشت، گھی اور تمام مرغوب غذائیں ترک کر دیں۔ اپنے لڑکے کے ہاتھ میں خربزہ دیکھا تو خفا ہوئے کہ لوگ فاقوں سے مر رہے ہیں۔ اور تم میوے کھاتے ہو۔

قبائل کے دفاتر خود اٹھا کرلے جاتے۔ بچوں اور عورتوں کا نام لے لے کر پکارتے اور خود ان کے ہاتھ میں وظائف دیتے۔

تواضع

آپ کی خاکساری اور تواضع کی یہ کیفیت تھی کہ سفر شام کو تشریف لے گئے تو فرش خاک پر سوتے۔ اور درخت کا سایہ آپ کے لئے سائبان کا کام دیتا۔ مسلمانوں نے آپ کے پھٹے پرانے کپڑے دیکھ کر دل میں کہا کہ عیسائی کیا کہیں گے۔ اس خیال سے آپ کی خدمت میں ترکی گھوڑا اور قیمتی لباس پیش کیا۔ آپ نے فرمایا۔ میرے لئے اسلام کی عزت کافی ہے۔

ایک روز آپ صدقہ کے اونٹوں کو تیل مل رہے تھے۔ ایک شخص نے دیکھا تو کہا یہ کام تو کسی غلام کا تھا۔ آپ نے فرمایا مجھ سے بڑھ کر کون غلام ہو سکتا ہے۔ جو شخص

مسلمانوں کا والی ہے۔ وہ ان کا غلام بھی ہے۔

مجلس شوریٰ

آپ تمام امور مشورہ سے طے کرتے تھے۔ آپ نے مہاجرین وانصار کے اہل الرائے حضرات کی ایک مجلس شوریٰ قائم کی تھی جس کے ممتاز ارکان حضرت عثمان حضرت علی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، معاذ بن جبل، ابی بن کعب، اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم تھے۔ اگر زیادہ اہم معاملات پیش آجاتے تو مہاجرین وانصار اور تمام سرداران قبائل بھی شریک مشورہ ہوتے۔

آپ نے ہر شخص کو نکتہ چینی اور طلب حقوق کی پوری آزادی دے رکھی تھی۔ آپ ایک مرتبہ بیمار ہوئے تو علاج میں شہد تجویز کیا گیا۔ آپ بیت المال سے بلا اجازت لے نہیں سکتے تھے مسجد نبوی میں تشریف لائے اور لوگوں سے اجازت لی۔

ایک مرتبہ آپ تقریر کر رہے تھے۔ دوران تقریر میں ایک شخص نے آپ کو کئی مرتبہ کہا۔ اے عمر! اللہ سے ڈر۔ لوگوں نے اسے روکا تو آپ نے فرمایا اُسے کہنے دو اگر یہ لوگ نہ کہیں تو بے مصرف ہیں۔ اور ہم نہ مانیں تو ہم۔

نظام حکومت

خلافت فاروقی میں حسب ذیل حضرات صوبوں کے والی تھے۔

مکہ۔ نافع بن عبدالحارث خزاعی۔
طائف، سفیان بن عبداللہ ثقفی۔
صنعاء یعلیٰ بن منیہ۔
جند۔ عبداللہ بن ربیعہ۔

بحرین۔ عثمان بن ابی العاص۔

کوفہ۔ مغیرہ بن شعبہ۔

بصرہ۔ ابو موسیٰ اشعری۔

شام۔ امیر معاویہ۔

مصر۔ عمرو بن العاص۔

ہر صوبہ میں حسب ذیل عہدہ دار ہوتے تھے۔ والی۔ میر منشی۔ فوجی محکمہ کا میر منشی۔ کلکٹر افسر پولیس۔ افسر خزانہ۔ اور جج۔ یہ تمام مناصب مجلس شوریٰ کے انتخاب پر منحصر ہوتے تھے

بازپرس اور نگرانی

جب آپ کسی والی کو روانہ کرتے تو اس سے عہد لیتے کہ وہ ترکی گھوڑا سواری میں نہ رکھے گا۔ باریک کپڑا نہ پہنے گا۔ چھنا ہوا آٹا نہ کھائے گا۔ دروازے پر دربان نہ رکھے گا۔ حاجت مندوں کے لئے اس کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہے گا۔ ساتھ ہی اس کے تمام مال و اسباب کی فہرست لے لیتے۔ اگر کسی عامل کی مالی حالت میں غیر معمولی فرق ہوتا تو دیکھ بھال کے بعد آدھا مال وصول کر کے بیت المال میں داخل کر دیتے۔

ہر عامل کی نسبت حج میں شکایت کرنے کی عام اجازت تھی۔ آپ اس کی تحقیقات کر کے تدارک فرماتے۔ حضرت عمر کو اطلاع ہوئی کہ حضرت خالد بن الولید نے ایک شخص کو انعام دیا ہے۔ آپ نے حضرت ابو عبیدہ کو لکھا کہ اگر خالد نے یہ انعام اپنی جیب سے دیا ہے۔ تو اسراف کیا۔ اور اگر بیت المال سے دیا تو خیانت کی۔ اس لئے وہ معزول کئے جاتے ہیں۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری والی بصرہ تھے۔ ان کی نسبت تین شکایات آپ سے کی گئیں۔

(۱) اسیران جنگ میں سے ساٹھ رئیس زادے چن کر اپنے لئے رکھ چھوڑے ہیں
(۲) کاروبار حکومت زیاد بن ابی سفیان کے سپرد کر رکھا ہے۔
(۳) ان کے پاس ایک لونڈی ہے۔ جس کو بہت نفیس غذا دی جاتی ہے۔ حال آں کہ دوسرے مسلمانوں کو وہ نہیں مل سکتی۔

حضرت عمر نے ان سے بازپرس کی تو وہ دو اعتراضوں کا تو تسلی بخش جواب دے سکے۔ مگر تیسرے الزام کا کوئی جواب نہ تھا۔ اس لئے لونڈی ان سے چھین لی گئی

حضرت سعد بن ابی وقاص نے کوفہ میں ایک محل بنوایا۔ جس میں ڈیوڑھی بھی تھی۔ حضرت عمر کو خیال آیا کہ اس سے اہل حاجت کو تکلیف ہوگی۔ آپ نے محمد بن مسلمہ کو حکم دیا کہ ڈیوڑھی میں آگ لگادیں۔ وہ گئے اور آگ لگا دی حضرت سعد خاموش دیکھتے رہے۔

عیاض بن غنم مصر کے عامل تھے۔ ان پر یہ الزام لگایا گیا کہ وہ باریک کپڑا پہنتے ہیں۔ اور دروازہ پر دربان رہتا ہے۔ آپ نے محمد بن مسلمہ کو تحقیقات کے لئے بھیجا انھوں نے دیکھا کہ دونوں باتیں درست ہیں۔ اسی لباس میں انھیں ساتھ لے کر مدینہ آئے۔ حضرت عمر نے ان کا باریک کپڑا اتروا دیا۔ اور بالوں کا کرتہ پہنا کر جنگل میں بکریاں چرانے کا حکم دیا۔ عیاض کو مجال انکار نہ تھی۔ مگر بار بار کہتے تھے کہ اس سے تو مرجانا بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا تمھیں اس میں عار کیوں ہے۔ یہی تمہارے باپ دادا کا پیشہ ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص کی نسبت بعض شکایات کی گئیں۔ آپ نے عام مجمع میں

ان کی تحقیقات کی۔ اور جب وہ بری ثابت ہوگئے تو آپ نے فرمایا کہ تمہاری بابت میرا بھی ایسا ہی گمان تھا۔

مغیرہ بن شعبہ والی بصرہ پر جب الزام لگایا گیا تو ان کو طلب کیا۔ اور جب گواہ جھوٹے ثابت ہوئے تو ان پر حد شرعی جاری کی۔

حضرت عمار بن یاسر والی کوفہ کی شکایت ہوئی کہ وہ طرز حکومت سے واقف نہیں ہیں۔ آپ نے انھیں مدینہ بلایا۔ اور ان سے چند سوالات کئے معلوم ہوا۔ شکایت صحیح ہے۔ انھیں فوراً معزول کردیا۔

مسلمان جب دوسری حکومتوں میں جاتے تو ان سے محصول جنگی لیا جاتا۔ حضرت عمر نے حکم دیا کہ اسی حساب سے دوسری حکومتوں کے تاجر بھی محصول ادا کریں زیاد بن حدیر اس صیغہ کے نگران تھے۔ ایک مرتبہ قبیلہ تغلب کا ایک عیسائی تاجر گھوڑا لے کر آیا جس کی قیمت بیس ہزار درہم تھی۔ زیاد نے اس سے ایک ہزار درہم وصول کر لئے۔ اسی سال وہ دوسری مرتبہ اسی گھوڑے کو لے کر گذرا تو زیاد نے پھر اس سے محصول طلب کیا۔ اس نے کہا، میں ایک بار دے چکا ہوں۔ اب بار بار کہاں تک دیتا رہونگا۔ زیاد نے اُسے گذرنے کی اجازت نہ دی۔

حج کا وقت آیا۔ تو اس عیسائی تاجر نے مکہ میں جاکر حضرت عمر کو تمام واقعہ کی خبر دی۔ آپ نے فرمایا۔ اس کا بندوبست ہوجائے گا۔ تاجر نے خیال کیا کہ آپ نے یوں ہی کہہ دیا ہے۔ مگر جب وہ سرحد پر آیا تو خلیفہ کا حکم یہاں وصول ہوچکا تھا کہ جس چیز پر ایک مرتبہ محصول لیا جائے۔ سال آئندہ کی اسی تاریخ تک اس پر پھر کچھ نہ لیا جائے نصرانی کو اس پر بے انتہا مسرت ہوئی۔ اور صرف اس واقعہ کی وجہ سے مسلمان ہوگیا۔

احتساب اور امن و امان کے قیام کے لئے پولیس کا محکمہ تھا جس کا افسر اعلےٰ صاحب الاحداث کہلاتا تھا۔ بحرین کے صاحب الاحداث حضرت ابوہریرہ تھے۔ ان کے ذمہ یہ کام بھی تھا کہ ان چیزوں کی بھی دیکھ بھال کریں کہ دکان دار ناپ تول میں کمی نہ کریں۔ شاہ راہ پر کوئی شخص مکان نہ بنائے۔ جانوروں پر زیادہ بوجھ نہ لادا جائے اور شراب علانیہ بکنے نہ پائے۔

عرب میں اب تک کسی مستقل سن کا رواج نہ تھا۔ حضرت عمر نے ۱۶ھ میں سنہ ہجری ایجاد کر کے اس کمی کی تلافی کردی۔

عزل خالد

اب صرف ایک چیز باقی رہ جاتی ہے۔ اور وہ حضرت خالد بن الولید کا عزل ہے۔ جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سَیْفٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ کا لقب عطا فرمایا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت خالد سے کسی قسم کا بغض وعناد اور حسد نہ تھا۔ بلکہ ان کے معزول کرنے کے اسباب یہ تھے۔

(۱) حضرت خالد بالکل فوجی آدمی تھے۔ تندی اور خود رائی ان پر غالب تھی خلیفہ تک سے مشورہ نہیں کرتے تھے . . . . عراق کی پیش قدمی روک کر خفیہ طور پر حج کیا۔ حضرت ابوبکر کو اطلاع ہوئی تو بہت ناراض ہوئے۔ اور حکم دیا کہ ان کی اطلاع کئے بغیر کوئی کام نہ کریں۔ اور نہ کسی کو کچھ دیں۔ انھوں نے جواب میں لکھا کہ آپ میری حالت پر مجھے چھوڑ دیجئے۔ تو کام کروں گا۔ ورنہ سبک دوش کر دیجیے۔ اس پر حضرت عمر نے خلیفہ اول کو مشورہ دیا کہ انھیں معزول کر دیجئے۔ مگر وہ طرح دیتے رہے۔

(۲) مسلمانوں کو خیال پیدا ہو گیا تھا کہ تمام فتوحات حضرت خالد کی قوت بازو ور

حسن تدبیر کے نتائج ہیں۔

(۳) ان کے اخراجات اسراف وتبذیر کی حد تک پہونچ گئے تھے۔ اشعث بن قیس ایک شاعر تھے۔ انھیں یک مشت دس ہزار درہم انعام دیا۔ ان اسباب کی بنا پر حضرت عمر نے ان کو معزول کر دیا۔ عزل کے بعد جب یہ دربار خلافت میں حاضر ہوئے تو حضرت عمر سے کہا کہ آپ نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے۔ آپ نے پوچھا تمہارے پاس اتنی دولت کہاں سے آئی کہا مال غنیمت میں سے۔ اگر میرے پاس ساٹھ ہزار درہم سے زیادہ ہو تو آپ لے لیجیے۔ حضرت عمر نے جائزہ لیا تو بیس ہزار درہم زیادہ نکلے۔ جو بیت المال میں داخل کر دیئے گئے۔ پھر تمام ممالک اسلام میں اعلان کر دیا کہ میں نے خالد کو کسی جرم میں معزول نہیں کیا۔ بلکہ صرف اس لئے کہ مسلمانوں کو یہ بات معلوم ہو جائے۔ کہ ان فتوحات کا دارومدار خالد کی قوت بازو پر نہیں ہے۔ رضی اللہ عنہم

وَاَصْدَقُهُمْ حَیَاءً

عُثْمَانُ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

انتخاب خلیفہ

عہد شباب

عثمان نام - ابوعبداللہ اور ابوعمر وکنیت ، ذوالنورین لقب - والد کا نام عفان والدہ اروی - پانچویں پشت پر آپ کا سلسلۂ نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے - اپنی ماں کی طرف سے آپ آں حضرت کے رشتہ دار بھی ہوتے ہیں - ذوالنورین لقب کی وجہ یہ ہے کہ رسول اکرم کی دو صاحب زادیاں یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئیں -

ایام جاہلیت میں آپ کا خاندان بہت زیادہ اقتدار و امتیاز کا مالک تھا - آپ کے جد اعلیٰ امیہ بن عبد شمس قریش کے روسا میں سے تھے - ان ہی کی طرف شاخ بنو امیہ منسوب ہیں - قریش کا قومی علم عقاب بھی اسی خاندان میں تھا - شرافت، ریاست اور مرتبت میں صرف بنو ہاشم ہی اس خاندان کا مقابلہ کر سکتے تھے -

ہجرت نبوی سے ۴۷ سال قبل یعنی واقعہ فیل کے چھٹے سال آپ پیدا ہوئے اوائل عمر ہی میں لکھنا پڑھنا سیکھ لیا - جوان ہوئے تو تجارت میں مصروف ہو گئے - اور اپنے اخلاق کریمانہ کی بدولت بہت جلد نمایاں ترقی حاصل کر لی -

آپ کے تعلقات ایام جاہلیت ہی سے حضرت ابوبکر کے ساتھ دوستانہ تھے - ایک روز وہ حضرت ابوبکر سے ملنے آئے تو اسلام کی بابت گفتگو شروع ہو گئی - انھوں نے قبول اسلام پر اپنی آمادگی ظاہر کی - دربار نبوت کو جانے ہی کو تھے - کہ خود رسول اکرم

تشریف لے آئے۔ آپ نے انھیں کلمہ شہادت پڑھا کر اسلام میں داخل کر لیا۔ اس وقت تک کل ۳۵ یا ۳۶ مسلمان ہوئے تھے۔

ہجرت حبشہ

آں حضرت نے اپنی صاحب زادی حضرت رقیہ کا نکاح آپ سے کر دیا۔ جب مشرکین نے حد سے زیادہ اذیتیں دینا شروع کیں تو آپ اپنی اہلیہ محترمہ کو لے کر ملک حبش کی طرف چلے گئے۔ فرزندان اسلام میں سے یہ پہلے مسلمان تھے۔ جو اہل وعیال سمیت ہجرت کر گئے۔ حبش میں چند سال رہنے کے بعد جب یہ مشہور ہوا کہ قریش مسلمان ہو گئے ہیں تو یہ مکہ آ گئے۔ مگر پھر نہ لوٹے۔ البتہ جب ہجرت مدینہ کی اجازت ملی تو آپ اپنے اہل وعیال کے ساتھ مدینہ کو روانہ ہو گئے۔ وہاں جا کر حضرت اوس بن ثابت کے گھر میں مہمان بنے جن سے بعد کو آپ کا بھائی چارہ کرا دیا گیا۔

جنگ بدر کے سوا آپ تمام غزوات میں شریک رہے۔ اس غیر حاضری کا سبب یہ تھا کہ حضرت رقیہ بیمار ہو گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں تیمار داری کے لئے مدینہ ہی میں چھوڑ دیا کہ شرکت کا ثواب اور مال غنیمت دونوں میں سے حصہ ملے گا۔ حضرت رقیہ اس مرض میں فوت ہو گئیں۔ آپ اور اسامہ بن زید تجہیز و تکفین میں مشغول تھے کہ نعرۂ تکبیر کی آواز سنائی دی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت زید بن حارثہ سرورِ عالم کی ناقہ پر سوار مژدۂ فتح لا رہے ہیں۔ حضرت عثمان کو دوہرا غم تھا۔ محبوب بیوی کا سانحۂ وفات اور جنگ بدر سے محرومی۔ آں حضرت نے آن کر اطمینان دلایا کہ ادائے فرض کی وجہ سے شرکت نہیں ہو سکی۔ انھیں مجاہد قرار دیا۔ اور مال غنیمت میں سے ایک غازی کا حصہ عنایت کیا۔ اور اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم سے ان کا نکاح کر دیا۔

بھاگنے کی توجیہ

جنگ احد میں آپ شریک تھے۔ مگر جب تیراندازوں کی غلطی سے مسلمانوں
کی فتح شکست سے تبدیل ہوگئی تو بعض صحابہ کے پاؤں اکھڑ گئے ان میں حضرت
عثمان بھی تھے۔ مگر اللہ تعالے نے قرآن کریم کے اندر ہمیشہ کے لئے اس پر قلم عفو پھیر
دیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کو اب یہ خطرہ پیدا ہو گیا ہو کہ اس فتح کے بعد شاید کفار
اب مدینہ کا رخ کریں اور مسلمان عورتوں اور بچوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیں
اس لئے آپ نے مدینہ کا رخ کیا ہو۔ غزوہ ذات الرقاع میں جب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم تشریف لے گئے تو آپ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بنا گئے۔

۶ھ میں جب رسول اللہ نے زیارت کعبہ کا ارادہ کیا۔ تو آپ بھی ساتھ تھے۔ آپ
مسلمانوں کے سفیر بن کر کفار قریش کے پاس گئے۔ جب آپ کی شہادت کی خبر اڑی تو
بیعت رضوان ہوئی۔ رسول اللہ کو حضرت عثمان کی ذات پر اس قدر اعتماد تھا کہ آپ
نے ان کی طرف سے اپنے ایک ہاتھ پر دوسرا ہاتھ رکھ کر غائبانہ بیعت کی۔ مشرکین اس
جوش کو دیکھ کر خوف زدہ ہوگئے۔ اور حضرت عثمان کو رہا کر دیا۔ خیبر۔ فتح مکہ اور حنین
میں بھی آپ شریک تھے۔

غزوہ تبوک کا وقت آیا تو حضرت عثمان نے ایک تہائی فوج کا تمام سروسامان
اپنے پاس سے دیا۔ یہاں تک کہ تسمے بھی ان کے روپے سے خریدے گئے۔ علاوہ
ازیں آپ نے ایک ہزار اونٹ۔ ستر گھوڑے اور سامان رسد کے لئے ایک ہزار دینار
پیش کئے۔ رسول اللہ ان اشرفیوں کو دست مبارک سے اچھالتے تھے۔ اور
فرماتے تھے کہ آج کے بعد عثمان کا کوئی کام انہیں نقصان نہیں پہونچائے گا۔ حجۃ الوداع

میں بھی آپ کو رسول اللہ کے ہم رکاب ہونے کا شرف حاصل تھا۔

خلافت صدیقی میں آپ مجلس شوریٰ کے ایک رکن تھے۔حضرت عمر کے استخلاف کا وصیت نامہ آپ ہی نے تحریر فرمایا تھا۔حضرت عمر کے زمانہ میں بھی آپ ان کے اہل شوریٰ میں شامل تھے۔جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو جن چھ آدمیوں میں اُنھوں نے خلافت منحصر کردی۔ان میں ایک آپ بھی تھے۔

انتخاب

حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی تدفین سے فارغ ہوکر حضرت مقداد ان صحابہ کو لے کر مسور بن مخرمہ کے گھر میں جمع ہوئے۔دو روز تک کوئی فیصلہ نہ ہو سکا تیسرے روز حضرت عبدالرحمن بن عوف نے کہا کہ خلافت تین شخصوں میں محدود کردینی چاہیے۔جو اپنے خیال میں جس کو زیادہ مستحق سمجھتا ہو۔اس کا نام پیش کرے حضرت سعد نے عبدالرحمن بن عوف کا نام لیا۔حضرت طلحہ نے حضرت عثمان کو پیش کیا۔اور حضرت زبیر نے حضرت علی کو تجویز کیا۔حضرت عبدالرحمن نے کہا۔میں اپنے حق سے دست بردار ہوتا ہوں۔

حضرت عبدالرحمن نے فرمایا کہ اب حق صرف دو آدمیوں میں رہ گیا ہے۔ان میں سے جو کتاب و سنت اور شیخین کے نقش قدم پر چلنے کا عہد کریگا۔اسکے ہاتھ پر بیعت ہوگی اس کے بعد ان دونوں سے کہا کہ آپ اس کا فیصلہ میرے ہاتھ میں دے دیں، دونو نے اس پر اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔اب تمام صحابہ کرام مسجد میں جمع ہوئے۔ حضرت عبدالرحمن نے ایک مختصر مگر موثر تقریر کی۔پھر حضرت عثمان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ انکے بعد حضرت علی نے ہاتھ بڑھایا حضرت علی کا بیعت کرنا تھا کہ لوگ بیعت کیلئے ٹوٹ پڑے غرض

۴ محرم ۲۴ھ دوشنبہ کے دن اتفاق عام سے حضرت عثمان مسند آرائے خلافت ہوئے۔

خلافت

از ۴ محرم ۲۴ھ تا ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ ہجری

فتوحات

پہلا مقدمہ

حضرت عمر جب زخمی ہوئے تو اس کے بعد یہ خبر مشہور ہوئی کہ اس قتل میں ہرمزان اور جفینہ بھی شریک ہیں۔ حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر نے بیان کیا کہ میں نے شام کے وقت ہرمزان، جفینہ اور فیروز کو آہستہ آہستہ باتیں کرتے دیکھا تھا۔ جب میں یکایک ان کے پاس گیا تو وہ گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور ان میں سے ایک کے پاس سے خنجر گرا جس کے دونوں طرف دھار تھی۔ خنجر دیکھنے پر معلوم ہوا کہ وہ حضرت عبد الرحمن کے بیان کے مطابق ہے۔ حضرت عمر کے انتقال پر ان کے صاحب زادہ عبید اللہ نے غصہ میں ہرمزان کو قتل کر ڈالا۔ اس وقت حضرت صہیب عارضی طور پر خلافت کا کام کر رہے تھے۔ انھوں نے عبید اللہ کو گرفتار کر کے تلوار ان سے چھین لی اور انھیں قید کر دیا۔

جب حضرت عثمان خلیفہ ہو گئے تو یہ مقدمہ ان کی خدمت میں پیش ہوا۔ حضرت عمرو بن العاص نے کہا کہ آپ کو اس مقدمہ سے کیا سروکار یہ واقعہ آپ کی خلافت سے قبل کا ہے۔ آخر آپ نے ہرمزان کے خون کی دیت اپنے پاس سے ادا کر کے معاملہ طے کر دیا جس سے سب لوگ خوش ہو گئے۔

بغاوت کا استیصال

حضرت عمر کی خلافت میں ممالک مصر، شام اور ایران فتح ہو چکے تھے۔ اور انھوں نے نظم و نسق کے لئے ایک دستور العمل بھی بنا لیا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق کی نرمی کو اپنا شعار بنایا۔ اور فاروق کی شعلہ سیاست کو مشعل راہ اور ایک سال تک برابر اسی پر عمل کرتے رہے۔ اگر انھوں نے کوئی تبدیلی کی تو صرف یہ کہ حضرت عمر کی وصیت کے مطابق مغیرہ بن شعبہ کی جگہ حضرت سعد وقاص کو کوفہ کا والی بنا دیا۔

۲۴ھ میں آرمینیہ اور آذربائیجان دونوں نے حضرت عمر کی شہادت سے فائدہ اٹھا کر بغاوت کر دی۔ اور خراج ادا کرنا بند کر دیا۔ حضرت عثمان نے کوفہ کے سلمان بن ربیعہ کو چھ ہزار فوج دے کر شام کی طرف روانہ کیا۔ جنھوں نے جاتے ہی اس بغاوت کا استیصال کر دیا۔

اہل اسکندریہ کی شرارت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے حضرت عمرو بن العاص مصر کے والی چلے آتے تھے۔ خراج کی جو سالانہ رقم مصر سے جایا کرتی تھی۔ اس پر حضرت عمر کو شکایت تھی۔ کہ یہ کم ہے۔ وہ اس میں اضافہ کے خواہش مند تھے۔ اور والی برابر

انکار کرتا تھا۔ جب حضرت عثمان خلیفہ ہوئے تو انھوں نے بھی اضافہ کا مطالبہ کیا۔ اور جب انھوں نے انکار کر دیا تو انھیں معزول کر کے عبداللہ بن ابی سرح کو پورے مصر کا والی بنا دیا۔ جو پہلے صرف صعید کے عامل تھے۔

رومی حضرت عمرو بن العاص کی سیاست و تدبیر کا لوہا مانتے تھے۔ اور کبھی انھیں سر اٹھانے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ انھوں نے اب مصر پر دوبارہ قبضہ کرنے کے خواب دیکھنا شروع کیے۔ ان کی امداد کے بھروسہ پر ۲۵ھ میں اسکندریہ والوں نے بغاوت کر دی۔ حضرت عثمان نے مصریوں سے مشورہ طلب کیا کہ اس کو کس طرح فرو کیا جائے۔ انھوں نے عمرو بن العاص کا نام پیش کیا کہ وہی اس بغاوت کا استیصال کر سکتے ہیں چنانچہ وہ گئے۔ اور جاتے ہی رومیوں کو زبردست شکست دی۔ اور اسکندریہ پر قبضہ کر کے اس کی فصیل کو توڑ دیا۔

دو برس تک حضرت عمرو بن العاص مصر کے مال و خراج کے افسر رہے۔ مگر ۲۷ھ میں اس دوعملی میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ اور دونوں نے ایک دوسرے کے خلاف شکایات دربار خلافت میں بھیجنا شروع کر دیں۔ حضرت عثمان نے تحقیقات کر کے عمرو بن العاص کو معزول کر دیا۔ اور عبداللہ بن ابی سرح کو پورے مصر کا والی بنا دیا۔ عمرو بن العاص ناراض ہو کر مدینہ آ گئے۔ ان کے زمانہ میں مصر کا خراج ۲۰ لاکھ آتا تھا۔ عبداللہ کی سعی و کوشش سے وہ ۴۰ لاکھ ہو گیا۔ حضرت عثمان نے ان سے فخریہ لہجہ میں کہا کہ آخر اونٹنی نے دودھ زیادہ دے ہی دیا۔ انھوں نے جواب دیا ہاں مگر بچے بھوکے رہ گئے۔

۲۶ھ میں حضرت سعد وقاص کوفہ کی ولایت سے معزول کر دیئے گئے۔ اس

کی وجہ یہ ہوئی کہ انھوں نے بیت المال سے بہت بڑی رقم قرض لے لی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود بیت المال کے مہتمم تھے۔ انھوں نے اس قرض کی ادائیگی کا تقاضا کیا۔ تو حضرت سعد نے اپنی ناداری کا عذر کر دیا۔ آخر یہ جھگڑا دربار خلافت تک گیا۔ اتنے بڑے حاکم کا یہ طریق عمل بالکل خلاف قاعدہ تھا۔ اس لئے حضرت عثمان نے انھیں معزول کر دیا۔ اور ان کی جگہ ولید بن عقبہ کو وہاں کا والی بنا دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کا جرم اس قدر سنگین نہ تھا۔ اس لئے انھیں مناسب تنبیہ کے بعد اس عہدہ پر قائم رکھا

اسی سال حضرت عبداللہ بن زبیر کو الجزائر و مراکش میں بڑے بڑے معرکے پیش آئے مگر ہر جگہ ان کی بے نظیر شجاعت اور تدبیر و سیاست نے فتح و کامرانی حاصل کی۔ اور منظفر و منصور واپس ہوئے۔

افریقہ کے بعد اسپین کا راستہ کھلا تھا حضرت عثمان نے عبداللہ بن نافع بن عبدالقیس اور عبداللہ بن نافع بن حصین کو ۲۷ھ میں اسلامی فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ مگر تھوڑی سی فتوحات کے بعد پیش قدمی رک گئی۔ اور عبداللہ بن نافع بن عبدالقیس افریقہ کے حاکم مقرر ہوئے۔

فتح طرابلس

اگرچہ عبداللہ بن ابی سرح نے ۲۵ھ میں طرابلس کی مہم کا انتظام کر لیا تھا مگر اس پر باقاعدہ فوج کشی ۲۷ھ میں ہوئی۔ حضرت عثمان نے اس کی امداد کے لئے مدینہ سے زبردست فوج روانہ کی جس میں عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عمر، اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر بھی تھے۔ ایک مدت کے محاصرہ کے بعد اہل طرابلس کی ہمتیں

پست ہوگئیں۔ ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور ۲۵ لاکھ دینار پر عبداللہ سے صلح کرلی۔

بحری لڑائی

حضرت عمرؓ کے زمانہ سے ولایت شام کے حاکم اعلیٰ امیر معاویہ چلے آتے تھے۔ اُنھوں نے دربار خلافت سے بارہا اس امر کی اجازت طلب کی کہ انھیں بحری جنگ کا موقع دیا جائے۔ مگر حضرت عمرؓ ہمیشہ انکار کرتے رہے۔ جب حضرت عثمان نے عنان خلافت سنبھالی تو انھوں نے پھر اجازت مانگی۔ ابتدا میں تو وہ ٹالتے رہے۔ مگر جب ان کا اصرار حد سے بڑھ گیا۔ تو انھوں نے اس شرط کے ساتھ اجازت دی کہ جبراً یا قرعہ اندازی سے کسی مسلمان کو بحری فوج میں شریک نہ کیا جائے۔ بلکہ صرف وہ لوگ لئے جائیں جو اپنی خوشی سے شرکت کے خواہاں ہوں۔

شام کے قریب بحیرہ روم میں قبرص یا سائپرس ایک نہایت ہی زرخیز جزیرہ ہے۔ یورپ اور روم کی طرف سے مصر و شام کی فتح کا یہ دروازہ ہے۔ جب تک اس بحری ناکہ پر مسلمانوں کا قبضہ نہ ہوتا۔ انھیں رومیوں کے حملہ کا برابر ڈر لگا رہتا۔ اجازت ملتے ہی اس پر حملہ کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔ بحری بیڑہ تیار کیا گیا۔ اور عبداللہ بن قیس حارثی اس کے امیر البحر قرار پائے۔ یہ بیڑا جاتے ہی قبرص میں لنگر انداز ہوگیا۔ لڑائی شروع ہوئی تو امیر البحر ناگہانی طور پر شہید ہو گئے۔ سفیان بن عوف ازدی نے بڑھ کر علم سنبھال لیا۔ آخر اہل قبرص مغلوب ہو گئے۔ اور حسب ذیل شرائط پر صلح کرلی۔

(۱) سات ہزار دینار سالانہ خراج ادا کریں گے۔

(۲) قبرص کی حفاظت مسلمانوں کے ذمہ نہ ہوگی

(۳) بحری لڑائیوں میں اہل قبرص مسلمانوں کو دشمن کی نقل و حرکت کی اطلاع دیا کرینگے

۳۳ھ میں اہل قبرس نے رومی جہازوں کی امداد پر بھروسہ کرکے پھر بغاوت کردی ۔ اس لئے امیر معاویہ نے حملہ کرکے اس کو کلیتہ اسلامی مملکت میں شامل کرلیا ۔ اور اعلان کردیا کہ اہل قبرس رومیوں کے ساتھ ہر قسم کے تعلقات وروابط منقطع کردیں گے ۔ بلکہ شادی بیاہ کا سلسلہ بھی مسدود ہوجائے گا ۔

ابوموسی اشعری کا عزل

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوموسی اشعری کو بصرہ کا والی مقرر کیا تھا ۔ حضرت عثمان کے زمانہ میں بھی وہ چھ سال تک اس ولایت پر قایم رہے کوفہ میں ایک ایسی جماعت پیدا ہوگئی تھی جس کا کام ہی یہ تھا کہ وہ اپنے والی کی ہر بات میں مخالفت کرے ۔ حضرت عمر کی ہیبت اور عظمت نے اس جماعت کو کبھی ابھرنے نہ دیا ۔ مگر حضرت عثمان کی نرم دلی اور ملاطفت سے اس نے بے جا فائدہ اٹھانا شروع کردیا ۔ اس کی تفصیل ان شاء اللہ اگلے باب میں آئے گی ۔

اس دوران میں کردوں نے بغاوت کردی ۔ حضرت ابوموسی نے جامع کوفہ میں جہاد کی ترغیب دی ۔ اور پاپیادہ چلنے کی فضیلت بیان کی ۔ لوگ چلنے کو تیار ہوگئے ۔ مگر اس فتنہ پرداز جماعت کے لوگوں نے کہا کہ جلدی کرنے کی ضرورت نہیں ۔ پہلے اپنے والی کو دیکھنا چاہیئے کہ وہ اپنے قول پر کہاں تک عمل کرتے ہیں وہاں دیکھا تو وہ ایک نفیس ترکی گھوڑے پر سوار تھے ۔ اور چالیس خچروں پر ان کا سامان لدا ہوا تھا ۔ قول وفعل کا یہ اختلاف دیکھ کر لوگ جوش میں آگئے ۔ اور اس وقت ایک گروہ مدینہ کو روانہ ہوگیا کہ انھیں ولایت سے معزول کرائیں ۔ چنانچہ حضرت عثمان نے ۲۹ھ میں انھیں معزول کرکے عبداللہ بن عامر کو وہاں کا والی بنا دیا ۔

یزدگرد کی موت

سعید بن العاص اور عبداللہ بن عامر جدید والی بصرہ نے ۳۰ھ میں دو مختلف راستوں سے خراسان اور طبرستان پر چڑھائی کی۔ اس حملہ کی عظمت شان کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ سعید بن العاص کی فوج میں جلیل القدر صحابہ کرام شریک تھے یعنی امام حسنؓ، امام حسینؓ، عبداللہ بن عباس۔ عبداللہ بن عمر۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص عبداللہ بن زبیر اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ کئی ایک سخت معرکے ہوئے۔ اور عبداللہ بن عامر کے پہونچنے سے قبل ہی انھوں نے جرجان،، خراسان اور طبرستان کو فتح کرلیا۔

اس درمیان میں کوفہ کی ایک مفسد جماعت نے اپنے والی ولید بن عقبہ پر سازش کرکے شراب خوری کا الزام لگایا۔ اس بنا پر حضرت عثمان نے انھیں معزول کردیا۔ اور سعید بن العاص کو ان کے کارہائے نمایاں کی وجہ سے کوفہ کا والی بنادیا۔ اس لئے مذکورۃ الصدر مہم کا تمام انتظام عبداللہ بن عامر کے ہاتھ میں آگیا۔ جنھوں نے ہرات، کابل اور سجستان کو فتح کیا۔ پھر بست۔ اشبندراخ۔ خواف، اسبرائن، ارغیان فتح کرکے نیشاپور کی جانب بڑھے۔ اور چند ماہ کے محاصرہ کے بعد وہاں کے لوگوں نے سات لاکھ درہم سالانہ پر صلح کرلی۔

اب انھوں نے ماوراءالنہر کی طرف توجہ کی۔ جہاں کے لوگ صلح پر آمادہ ہوگئے۔ بہت سی قیمتی اور نفیس اشیاء بطور ہدیہ کے عبداللہ بن عامر کی خدمت میں پیش کیں۔ چنانچہ صلح ہوگئی۔ اسی دوران میں عبداللہ بن حازم نے سرخس فتح کرلیا۔ عبداللہ نے قیس بن الہیثم کو اپنا قائم مقام مقرر کیا۔ اور خود اس تمام سامان کے ساتھ مدینہ

کو روانہ ہو گئے ان ہی کی امارت میں ایران کا آخری بادشاہ یزدگرد مارا گیا جس کی موت سے ساسانی خاندان کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا۔

اسلامی بحری بیڑہ

قیصر روم نے ۳۱ھ میں پانچ سو جنگی جہازوں کا زبردست بیڑا تیار کرکے سواحل شام پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔ امیر معاویہ نے بھی اس کے مقابلہ کی تیاریاں شروع کیں۔ اور امیرالبحر عبداللہ بن ابی سرح کو حکم دیا کہ وہ سمندر ہی میں رومی بیڑہ کا مقابلہ کریں۔ چنانچہ اسلامی جہازوں نے پیش قدمی کی۔ اور رومی جہازوں کا راستہ روک دیا۔ دونوں طرف سے نہایت خوفناک جنگ ہوئی رومی بیڑا تباہ وبرباد ہو گیا۔ بہت کم جان بچا کر بھاگ سکے بہت سی کشتیاں مسلمانوں کے ہاتھ آگئیں۔ اس فاتحانہ اقدام نے ہمیشہ کے لئے افریقہ اور شام کے ساحلوں کو محفوظ کر دیا۔

اس سال حبیب بن مسلمہ فہری نے آرمینیہ کی طرف پیش قدمی کی اور طفلس تک کا علاقہ اسلامی سلطنت میں شامل کر لیا۔ ۳۲ھ میں امیر معاویہ تنگنائے قسطنطنیہ تک پہونچ گئے۔ عبداللہ بن عامر نے مرورود، طالقان، خاریاب اور جوزجان کو فتح کر لیا خراسانیوں نے بغاوت کی تو احنف بن قیس نے اس کو فرو کر دیا۔ ۳۴ھ میں طرابلس والوں کی شورش کو عبداللہ بن ابی سرح نے دور کر دیا۔

داخلی فتنہ

فتنہ کے اسباب

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حکومت کے ابتدائی چھ سال نہایت امن و اطمینان کے گزرے۔ فتوحات کی وسعت نے مال و دولت میں کثرت و فراوانی پیدا کردی اور تجارت و زراعت نے لوگوں کو فارغ البال کر دیا۔ اس لئے قدرتی طور پر سادگی اور بے تکلفی کی جگہ تکلف اور عیش نے لے لی۔ آخر اس تمول کے نتائج فاسدہ دنیا کے .... سامنے ظاہر ہو کر رہے۔ جس کے اسباب حسب ذیل تھے۔

(۱) حضرت عمر اپنی دوربینی و دور اندیشی سے اس حقیقت کو خوب جانتے تھے۔ کہ اعیان و اشراف قریش شاہی خاندان کے اعضاء و ارکان کی طرح ہیں۔ اقتضاء مصلحت یہی ہے کہ انھیں دار الخلافت ہی میں رکھا جائے۔ باہر جاتے ہی ان کا اتحاد باہمی جاتا رہے گا۔ اور ان کا اختلاف تمام امت کو برباد کر دے گا۔ حضرت عثمان نے اس رکاوٹ کو دور کر دیا۔ یہ لوگ جب باہر گئے تو ہاتھوں ہاتھ لئے گئے بڑی بڑی جاگیروں کے مالک بن گئے اور چونکہ ان میں اکثر شرائط خلافت پائی جاتی تھیں۔ اس لئے ان کے مصاحبین کو قدرتی طور پر یہ خیال ہوا کہ آگے چل کر یہی لوگ خلیفہ بنیں گے پھر بتدریج یہی خیالات دلوں سے زبانوں پر آ گئے۔ اور اختلاف کا راستہ کھل گیا۔

(۲) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سقیفہ بنی ساعدہ میں تقریر کی تھی کہ امارت کا استحقاق
صرف قریش کو ہے۔ اس لئے ان ہی کو بڑے بڑے عہدے ملتے تھے۔ اب نوجوانان
قریش اسے اپنا موروثی حق سمجھ کر دوسرے عرب قبائل کو اپنا محکوم خیال
کرنے لگے۔ لیکن عرب یہ کہتے تھے کہ ان بلاد و امصار کی فتح میں ہماری تلوار
نے کام کیا ہے۔ اس لئے وظائف اور مناصب میں ہمیں بھی قریش کے برابر حصہ
ملنا چاہیئے۔

(۳) اسلام کی مملکت وسیع ہوتے ہوتے کابل اور مراکش تک پہونچ گئی
تھی۔ مفتوحہ اقوام نے اب اس کا انتقام لینے کی کوشش کی۔ کھلم کھلا کچھ کرنے کی
طاقت نہ تھی۔ اس لئے خفیہ سازشوں کا جال بچھا دیا۔ ان میں سب سے زیادہ
حصہ مجوس اور یہود نے لیا۔

(۴) حضرت عثمان کی نرمی و حلم سے لوگوں نے بے جا فائدہ اٹھایا۔ حضرت
عثمان نہیں چاہتے تھے کہ کسی فتنہ کی ابتدا ان کی ذات سے ہو۔

(۵) حضرت عثمان اپنے خاندان والوں کی بہت زیادہ خبرگیری کرتے تھے۔ اور
اپنی جائداد میں سے انھیں مالی امداد دیتے تھے۔ مگر مفسد لوگ اس کو یوں مشہور
کرتے تھے۔ کہ وہ بیت المال سے صرف کرتے ہیں۔

(۶) رؤسائے مدینہ کے دلوں میں باہمی محبت باقی نہیں رہی تھی۔ اپنی مجالس
میں حضرت عثمان کی تنقیص کرتے تھے۔ جس کا عوام پر برا اثر پڑتا تھا۔ اور لوگوں کے
دلوں سے خلیفہ کا رعب و اقتدار جاتا رہتا تھا۔

(۷) حکومت چلانے کے لئے اولین شرط کامل اطاعت ہے۔ مگر بعض نوجوان ارکانِ

حکومت ہونے کے باوجود اس فرماں برداری سے گریز کرتے ۔ اس لئے حضرت عثمان مجبور تھے کہ اپنے خاندان والوں سے سرکاری عہدے پُر کریں تاکہ حکومت کا کام چل سکے ان مختلف اسباب کی بنا پر ملک میں کئی ایک جماعتیں پیدا ہو گئیں جن کے اغراض بھی ایک دوسرے سے مختلف تھے۔ "

"بنو ہاشم" یہ خلافت اور اس کے مناسب کو اپنا موروثی حق خیال کرتے تھے ۔ اور بنو امیہ کی ترقی کے شدید ترین مخالف تھے ۔

"عام عرب" ۔ اپنے آپ کو ان عہدوں کے لئے قریش سے کم نہیں سمجھتے تھے ۔ اور چاہتے تھے کہ قریش کا غرور توڑ کر برابر بن جائیں ۔

"مجوس" ۔ ایسے خاندان کو حکومت دلانا چاہتے تھے جن سے وہ بہترین حقوق حاصل کر سکیں ۔

"یہود" ۔ اسلام کی قوت کو افتراق و اختلاف کے ذریعہ پاش پاش کرنا چاہتے تھے ۔

سازش کے مرکز

اس وقت جن جن مقامات میں انقلاب کی تیاریاں ہو رہی تھیں ۔ وہ یہ تھے

کوفہ

اس شہر میں جو لوگ فتنہ و شورش انگیزی میں سب سے زیادہ مصروف تھے ان کے سرغنہ یہ تھے ۔ مالک بن حارث اشتر نخعی ۔ ثابت بن قیس نخعی ۔ کمیل بن زیاد نخعی ، زید بن صوحان عبدی ۔ جندب بن زہیر عامدی ۔ جندب بن کعب ازدی عروہ بن جند ، عمرو بن الحمق الجو اعی ۔ ان لوگوں کی غرض اس انقلاب سے یہ تھی کہ مناصب حکومت میں تمام مسلمانوں کو شریک کیا جائے ۔ اس لئے کہ ان ہی کی تلواروں

نے تمام ممالک کو زیر نگین کیا ہے۔

ان لوگوں نے مختلف طریق سے اپنے مقاصد و اغراض حاصل کرنے کی کوشش کی۔ ولید بن عقبہ والی کوفہ کو سب لوگ عزت و احترام سے دیکھتے تھے۔ انہوں نے اپنے والی پر یہ تہمت لگائی کہ وہ شراب پیتے ہیں۔ حضرت عثمان کے سامنے دو شخصوں نے گواہی دی کہ ہم ان کی محفل میں موجود تھے۔ ہمارے سامنے انھوں نے قے کی۔ اور اس میں شراب نکلی یہ شہادت دینے والے وہ لوگ تھے جنھیں ولید ان کی نالائقی کی وجہ سے انھیں ملازمت سے معزول کر چکا تھا۔ خلیفہ نے ولید پر حد جاری کی۔ اور ان کی جگہ سعید بن العاص کو والی بنایا۔

سعید بن العاص نے دیکھا کہ یہاں فتنہ کا بازار گرم ہے تو انہوں نے دربار خلافت کو اس کی مفصل اطلاع دی۔ اور شریر لوگوں کو اپنی مجلس میں آنے سے روک دیا اب ان مفسدوں نے خود والی ہی کو بدنام کرنا شروع کر دیا۔ اور عام لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکاتے رہے۔ یہاں تک کہ کوفہ کے اشراف و رؤسا نے تنگ آکر دربار خلافت سے التجا کی کہ ان فتنہ پردازوں سے ہمیں نجات دلوانے کی کوئی تدبیر کیجئے حضرت عثمان نے انھیں جلا وطن کر کے شام بھیج دیا۔ مگر امیر معاویہ بھی ان سے بہت جلد تنگ آ گئے۔ پھر انھیں حمص میں عبدالرحمٰن بن خالد کے سپرد کر دیا گیا۔ جن کی سختی سے تنگ آ کر انھوں نے توبہ کی۔ اور اس طرح انھیں کوفہ واپس آنے کی اجازت ملی۔

یہاں آئے تو پھر وہی شرارت اور انقلاب کی باتیں تھیں۔ اس لئے سعید بن العاص مجبور ہو کر مدینہ گئے کہ فساد کی تفصیلات سے خلیفہ کو آگاہ کریں۔ جب وہ

مدینے سے واپس لوٹے تو سازش کرنے والوں نے متفق ہوکر انھیں شہر میں داخل ہونے سے روک دیا۔ آخر حضرت عثمان نے رفع شر کے خیال سے حضرت ابو موسی اشعری کو والی بنا کر بھیج دیا۔ مگر ان کی بھی کچھ پیش نہ گئی اور روز بروز حکومت کا اقتدار کم ہوتا چلا گیا۔

بصرہ

کوفہ کی طرح بصرہ میں بھی ایک انقلاب پسند جماعت پیدا ہوگئی تھی۔ یہاں کے والی عبداللہ بن عامر تھے۔ ان کے عہد حکومت میں ایک شخص حکیم بن جبلہ تھا۔ جو چوریاں کرتا۔ غریبوں کے مال لوٹتا۔ اور میدان جنگ سے چھپ کر بھاگ جایا کرتا تھا۔ حضرت عثمان کے حکم سے اسے بصرہ میں نظر بند کر دیا گیا۔ اور اس کے ساتھیوں کو بھی شہر سے باہر نکلنے کی اجازت نہ تھی۔

مصر

سازشوں اور فتنوں کے لحاظ سے مصر سب سے بڑا انقلابی مرکز تھا۔ صنعاء کا ایک یہودی عبداللہ بن سبا تھا۔ جس کی کنیت ابن سودا تھی یہ شخص ظاہری طور پر مسلمان ہوگیا تھا۔ اس نے بصرہ میں آکر حکیم بن جبلہ کے پاس قیام کیا۔ اور اپنے انقلابی خیالات و افکار کی نشر و اشاعت میں لگ گیا۔ عبداللہ بن عامر کو اس کے خیالات کی اطلاع ملی تو انھوں نے اس کو بصرہ سے نکال دیا۔

اب اس نے کوفہ کا رخ کیا۔ مگر وہاں سے بھی نکالا گیا۔ پھر یہ مصر آیا۔ اور عجیب و غریب عقائد کی اشاعت شروع کر دی۔ اس کی تعلیم سے جو لوگ پختہ کار ہو جاتے تھے انھیں دوسرے بلاد و امصار میں روانہ کیا جاتا جو خلیفہ اور عمال حکومت کے مظالم لوگوں

کو سناتے اور مصنوعی شکایات بیان کر کے عوام کے جذبات میں جوش پیدا کرتے گو ان مفسدین میں باہمی اختلاف موجود تھا۔ مصری حضرت علی کے طرف دار تھے۔ بصری حضرت طلحہ کے عقیدت کیش تھے۔ کوفیوں کی نظر حضرت زبیر پر تھی۔ اور اہل عراق تو قریش ہی کے سخت دشمن تھے۔ مگر عبداللہ بن سبا کی حیرت انگیز ساز شانہ قوت عمل نے ان سب مختلف الخیال لوگوں کو ایک نقطہ پر لا کر کھڑا کر دیا تھا۔ اور وہ حضرت عثمان کی معزولی اور بنو امیہ کی بیخ کنی تھی

حصول مقصد کی خاطر ان لوگوں نے تمام اطراف و اکناف میں امرا کے فرضی مظالم لکھ کر بھیجے۔ یہاں تک کہ مدینہ میں بھی صحابہ کرام کے پاس ایسے خطوط پہونچے تو انھوں نے حضرت عثمان سے ان کا ذکر کیا آخر باہمی بحث و مشاورہ کے بعد حضرت عثمان نے قابل اعتماد صحابہ کو تفتیش حالات کے لئے روانہ کیا۔ محمد بن مسلمہ کو کوفہ۔ اسامہ بن زید کو بصرہ۔ عبداللہ بن عمر کو شام۔ اور عمار بن یاسر کو مصر۔ وہاں جاتے ہی حضرت عمار بن یاسر اس جماعت سے مل گئے۔ جس کے سرگردہ عبداللہ بن سبا۔ خالد بن ملجم۔ سودان بن حمران۔ اور کنانہ بن بشر تھے عمار بن یاسر صرف اس وجہ سے حضرت عثمان کے مخالف ہو گئے تھے کہ ایک مرتبہ ان میں اور عباس بن عتبہ بن ابی لہب میں تیز کلامی ہو گئی تھی۔ اور حضرت عثمان نے دونوں کو سزا دی تھی۔ سبائی جماعت نے یہ چیز ان کے سامنے پیش کر کے انھیں جوش دلایا اور اپنے ساتھ ملا لیا۔

مصر میں حضرت عثمان کے سب سے بڑے دشمن دو شخص تھے۔ محمد ابن ابی حذیفہ اور محمد بن ابی بکر۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے صاحبزادہ کو اس لئے دشمنی ہو گئی کہ ان پر کسی شخص کا حق آتا تھا۔ حضرت عثمان نے ان سے دلوا دیا۔ سبائیوں نے انھیں سبز باغ دکھا کر اپنے ساتھ ملا لیا۔

محمد بن ابی حذیفہ یتیم تھے۔ اور بچپن ہی سے حضرت عثمان کی پرورش میں تھے۔ بڑے ہونے پر انھوں نے آپ سے خواہش کی کہ آپ کو کسی صوبہ کا والی بنا دیا جائے۔ مگر وہ اس کے بالکل نا قابل تھے۔ اس لئے انھوں نے انکار کر دیا۔ یہ مصر میں آکر سبائیوں سے مل گئے

ابو ذر غفاری

حضرت امیر معاویہ کی دور اندیشی اور سیاست نے شام کو ان فتنوں سے بچا لیا۔ مگر پھر بھی دو ایک واقعات ضرور ہو گئے۔ عبد اللہ بن سبا شام گیا۔ اور حضرت ابوذر غفاری کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ امیر معاویہ بیت المال کے خزانہ کو اللہ کا مال کہتے ہیں اس لئے کہ مسلمانوں سے چھین کر اپنے تصرف میں لے آئیں۔ حضرت ابوذر یہ سن کر جوش میں بھرے ہوئے امیر معاویہ کے پاس گئے۔ اور اس پر تنبیہ کی۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں آئندہ اس کو مسلمانوں کا مال کہا کروں گا۔

اب اس نے حضرت ابو درداء کو ورغلانے کی کوشش کی۔ انھوں نے فرمایا۔ تو یہودی ہے۔ یہاں سے ہٹ کر حضرت عبادہ بن صامت کے پاس گیا تو وہ اسے پکڑ کر امیر معاویہ کے پاس لے گئے۔ اور کہا کہ یہ وہی شخص ہے جس نے ابوذر کو تم سے لڑا دیا تھا۔

حضرت ابوذر بالکل تارک الدنیا مسلمان تھے۔ انھوں نے شام کے فقرا کو ابھارا کہ دولت مندوں کو لوٹ لیں۔ اس لئے امیر معاویہ کے مشورہ سے حضرت عثمان نے تحقیقات کے لئے انھیں مدینہ بلا لیا۔ اور فرمایا کہ میرے پاس قیام کیجئے میں آپ کے مصارف کا کفیل بنوں گا۔ انھوں نے جواب دیا کہ مجھے تمہاری دنیا کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ وہ آبادی سے دور مقام ربذہ میں مقیم ہو گئے۔ اور حضرت عثمان نے ان کی تنخواہ

مقرر کر دی ۳۳ھ میں اسی بیابان میں وفات پا گئے۔

پتھروں کی بارش

مدینہ میں بھی آہستہ آہستہ یہ جراثیم بغاوت پھیل رہے تھے۔ اور انقلابی برابر اپنی سرگرمیوں میں مصروف تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عثمان جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے اور ابھی حمد وثنا شروع ہی کی تھی کہ درمیان میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ اے عثمان الکتاب اللہ کو اپنا طرز عمل بنا۔ آپ نے نرمی سے جواب دیا کہ بیٹھ جاؤ۔ اس نے دو تین مرتبہ یہی جملہ کہا۔ اور آپ ہر مرتبہ اسے بیٹھ جانے کو فرماتے۔ اب مفسدین نے آپ کو نرغہ میں لے لیا۔ اور اس قدر سنگ ریزے اور پتھر مارے کہ آپ زخموں سے چور چور ہو کر زمین پر گر پڑے مگر اس پر آپ نے ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالا۔

جب ان افواہوں کا اثر سب طرف ہو گیا تو حضرت عثمان نے حج پر تمام امرائے حکومت کو بلا کر پوچھا کہ یہ کیسی خبریں مشہور ہو رہی ہیں۔ اور ان کے رفع و انسداد کی کیا صورت ہے۔ ہر ایک نے اپنے اپنے خیال کے مطابق تجویز پیش کی۔ آپ نے سن کر فرمایا کہ کہیں یہ وہی فتنہ نہ ہو جس کی خبر رسول کریم دے چکے ہیں۔ اس پر امیر معاویہ نے عرض کی کہ آپ شام تشریف لے چلیں۔ فرمایا۔ ..... میں آں حضرت کے قرب و اتصال کو کسی چیز پر ترجیح دینے کے لئے تیار نہیں ہوں۔

وفد کی آمد

دربار خلافت میں تو اصلاح حالات کے مشورے ہو رہے تھے۔ اور ادھر اندر ہی اندر سبائی جماعت انقلاب کی تیاریاں مکمل کر چکی تھی۔ کوفہ۔ بصرہ اور مصر سے اس جماعت کا ایک وفد مدینہ آیا۔ اور شہر سے باہر ٹھہر گیا۔ پھر اس

کے چند سرگروہ حضرت طلحہ، زبیر، سعد وقاص، اور علی رضی اللہ عنہم کے پاس گئے کہ وہ اپنے رسوخ سے کام لے کر ان منازعات کا خاتمہ کرا دیں۔ مگر ان میں سے ہر ایک نے صاف انکار کر دیا۔ حضرت عثمان نے سُنا تو دریافت کرایا کہ یہ لوگ کیوں آئے ہیں معلوم ہوا کہ وہ آپ کی غلطیاں ظاہر کر کے آپ کو خلافت سے دست بردار ہونے کی دعوت دیں گے۔ اور انکار کرنے پر قتل کر دیں گے۔

حضرت عثمان نے اسی وقت حضرت علی کو بلایا۔ اور ان سے کہا کہ آپ ان مفسدین کو واپس کر دیجئے میں ان کے تمام جائز مطالبات پورے کر دوں گا۔ چنانچہ یہ لوگ واپس چلے گئے۔ جمعہ کے روز حضرت عثمان نے نہایت زوردار خطبہ دیا۔ اور اصلاحات کی بابت اپنے طریق عمل کی تشریح کی۔ جس کو سن کر سب لوگ خوش ہو گئے اتنے میں مدینہ کی گلیاں تکبیر کے نعروں سے گونج اُٹھیں۔ اور انتقام انتقام کی آوازیں چاروں طرف سے آنے لگیں۔ بڑے بڑے صحابہ گھروں سے باہر نکل کر آئے کہ یکایک یہ کیا ہو گیا۔ حضرت علی نے آگے بڑھ کر ان مفسدین سے پوچھا کہ تم کیوں واپس آئے ہو۔ مصریوں نے جواب دیا کہ ہم نے ایک قاصد گرفتار کیا ہے۔ جو اس مضمون کا خط مصر لئے جا رہا تھا کہ جب ہم مصر واپس پہنچیں تو وہاں کا والی ہمیں قتل کر دے۔ اب آپ نے کوفیوں اور بصریوں سے فرمایا کہ تمہارا راستہ مصریوں سے بالکل دوسری سمت پر ہے۔ تم تین منزل تک سفر طے کر چکے تھے۔ تمہیں کس طرح معلوم ہو گیا کہ ان کی بابت ایسا فرمان نافذ ہوا ہے۔ تم لوگ یقیناً جھوٹے ہو اور تم نے پہلے سے یہ سازش کر رکھی تھی۔

محاصرہ

اب یہ لوگ اس فرمان کو لے کر حضرت عثمان کے پاس گئے تو آپ نے قطعاً لاعلمی کا اظہار کیا۔ اور فرمایا کہ یا تو اس کے ثبوت میں دو گواہ پیش کرو۔ ورنہ مجھ سے قسم لے لو۔ جو میں نے لکھا ہو۔ یا مجھے اس کا علم ہو۔ مصریوں نے کہا کہ ہمیں ایسے خلیفہ کی ضرورت نہیں جس کی لاعلمی میں ایسے اہم امور پیش آجائیں۔ آپ خلافت سے دست بردار ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ نے جو خلعت مجھے پہنایا ہے۔ اس کو میں اپنے ہاتھ سے کبھی نہیں اتاروں گا۔

اس پر انقلابیوں نے آپ کے دولت کدہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور چالیس دن تک ہر چیز بند کر دی۔ یہاں تک کہ پانی کا اندر جانا بھی بند ہو گیا۔ بڑی کوشش وجاں کاہی کے بعد آپ کا ایک پڑوسی مخفی طور پر پانی پہونچاتا تھا۔ ان لوگوں نے بڑے بڑے صحابہ تک کی توہین سے دریغ نہ کیا تو کبار صحابہ مدینہ چھوڑ کر چلے گئے حضرت عائشہؓ نے حج کا ارادہ کیا۔ حضرت طلحہ اور زبیر بھی گوشہ نشین ہو گئے۔ البتہ اپنے صاحبزادہ کو حفاظت کے لئے بھیج دیا۔

محاصرہ کے دوران میں حضرت عثمان نے کئی مرتبہ مفسدین کو سمجھانے کی کوشش کی۔ مگر اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اسی حالت میں آپ نے حضرت عبداللہ بن عباس کو امیر حج بنا کر مکہ روانہ کیا کہ وہاں مسلمانوں کو مفصل حالات سے آگاہ کر دیں باغیوں نے دیکھا کہ اگر محاصرہ نے طول کھینچا تو حج کے بعد خلیفہ کے مددگار سب طرف سے آجائیں گے۔ اس لئے اب انھوں نے علانیہ طور پر آپ کے قتل کے مشورے کرنے شروع کئے آپ نے سُنا تو ان سے پوچھا کہ کس جرم میں تم مجھے قتل کرتے ہو۔

شہادت کی تیاری

حضرت عثمان کو یقین ہو گیا کہ اب آں حضرت کی پیشین گوئی کے پورا ہونے کا وقت آگیا ہے۔ جس کی آپ نے خبر دی تھی۔ اور اس میں صبر کرنے کی وصیت کی تھی۔ آپ جمعہ کے دن روزہ سے تھے۔ آپ نے اس روز ...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ جلد آؤ ہم تمہارے افطار کے منتظر ہیں۔ بیدار ہوتے تو فرمایا۔ میری شہادت کا وقت آگیا ہے پھر آپ نے پاجامہ زیب بدن فرمایا۔ جو تمام عمر کبھی نہ پہنا تھا بیس غلاموں کو آزاد کیا۔ اور قرآن پاک کھول کر اس کی تلاوت میں مصروف ہو گئے۔

شہادت

باغیوں نے آپ کے گھر کے دروازہ میں آگ لگادی۔ اور دیوار پھاند کر اندر گھس گئے۔ حضرت علی۔ طلحہ اور زبیر کے صاحبزادے آپ کی حفاظت کے لیے آگئے تھے۔ حضرت عثمان نے انھیں واپس کر دیا۔ محمد بن ابی بکر نے بڑھ کر آپ کی ریش مبارک زور سے کھینچی۔ آپ نے فرمایا بھتیجے۔ اگر تمہارے باپ زندہ ہوتے تو انھیں یہ منظر پسند نہ آتا۔ یہ سن کر وہ شرمائے اور پیچھے ہٹ گئے۔

کنانہ بن بشر نے آپ کی مبارک پیشانی پر اس زور سے لوہے کی لاٹ ماری کہ آپ پہلو پر گر پڑے۔ اور آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ۔ سودان بن حمران مرادی نے دوسری ضرب لگائی جس سے آپ نیم مردہ ہو گئے۔ اور خون کا فوارہ جاری ہو گیا۔ عمرو بن الحمق سینہ پر چڑھ بیٹھا اور آپ کے جسم پر نیزوں کے نو زخم لگائے۔ حضرت نائلہ آپ کی وفادار بیوی بچانے

کے لیئے آپ کے اوپر گر پڑیں تو ان کی نصف ہتھیلی اور تین انگلیاں کٹ کر الگ ہو گئیں پھر کسی نے اس زور سے تلوار ماری کہ گردن تن سے جدا کر دی۔

آپ اس وقت قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے۔ آپ کے خون ناحق کا چھینٹا اس آیت پر پڑا۔ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔ (۲:۱۳۷) تو ان سے خدا تمہارے لیئے کافی ہوگا۔ اور وہ سب کی سنتا۔ اور ہر ایک کے حال سے واقف ہے۔ قتل کے بعد باغیوں نے آپ کا تمام سامان لوٹ لیا اور تمام شہر میں آپ کے قتل کا اعلان کر دیا۔ اب ان کی شہر پر حکومت تھی۔ ان کے خوف سے کسی کو علانیہ دفن کفن کی ہمت نہ تھی۔ دو روز تک یہ لاش بے گور و کفن پڑی رہی۔ آخر سنیچر کا دن گذر کر چند مسلمانوں نے ہمت کی۔ اور بغیر غسل کے اسی طرح خون میں لتھڑے ہوئے کپڑوں میں چار آدمیوں نے جنازہ اٹھایا۔ جنازہ میں کل سترہ آدمی شریک تھے۔ حضرت جبیر بن مطعم نے نماز پڑھائی۔ اور کابل سے مراکش تک کے جلیل القدر فرماں روا کو جنت البقیع کے پیچھے سپرد خاک کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خون آلود کرتہ۔ اور حضرت نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیاں شام پہونچ گئیں۔ جب مجمع عام میں ان کی نمائش ہوئی تو چاروں طرف ماتم برپا ہو گیا۔ اور انتقام، انتقام کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔

بیت عثمان

آپ نے متعدد نکاح کیئے۔ جن سے حسب ذیل اولاد ہوئی۔

حضرت رقیہ۔ رسول اکرم کی صاحبزادی۔ ان سے عبد اللہ پیدا ہوا۔ اور بچپن میں فوت ہو گیا

حضرت ام کلثوم " کوئی اولاد نہیں ہوئی

فاختہ بنت غزوان ۔ ایک لڑکا پیدا ہو کر بچپن میں فوت ہوگیا

ام عمرو بنت جندب ۔ عمرو۔ خالد، ابان ۔ عمر ۔ اور مریم کی والدہ

فاطمہ بنت ولید ۔ ولید اور سعید پیدا ہوئے

ام البنین بنت عیینہ ۔ عبدالملک بچپن ہی میں فوت ہوگیا

رملہ بنت شیبہ ۔ عائشہ، ام ابان، ام عمرو پیدا ہوئے

نائلہ بنت الفرافصہ ۔ مریم کی والدہ ۔

آپ کے صاحبزادوں میں سے حضرت ابان بہت نامور ہوئے ۔ اور انھوں نے بنو امیہ کے زمانہ میں اچھا اعزاز حاصل کیا ۔

ضعف پیری کی بنا پر آپ کی غذا نرم ۔ ہلکی اور زود ہضم ہوتی تھی ۔ مزاج میں صفائی بہت زیادہ تھی ۔ روزانہ غسل فرماتے عمدہ کپڑے پہنتے ۔ اور عطر لگاتے بے ہودہ تکلف، اور متکبرانہ لباس سے پرہیز کرتے، رات کا بڑا حصہ عبادت میں گذرتا کبھی کبھی ایک ہی رکعت میں تمام قرآن ختم کر دیتے ۔ عموماً تیسرے دن روزہ رکھتے ۔ جس سال آپ محصور ہو گئے ۔ اس کے سوا آپ نے ہر سال حج کیا ۔

صبر و تحمل

آپ غیر معمولی تحمل و بردباری کے مالک تھے ۔ محاصرہ کے ایام میں مہاجرین و انصار نے بارہا درخواست کی ۔ آپ کے غلاموں نے سرفروشی کی اجازت مانگی ۔ مگر آپ نے اپنی ذات کے لئے کسی مسلمان کا خون بہانا پسند نہ کیا ۔

آپ کی حیا تو ضرب المثل بن گئی ہے ۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت عثمان

تنہائی اور بند کمرے میں بھی کبھی برہنہ نہیں ہوتے تھے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ کی حیا کا لحاظ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ صحابہ کے ساتھ بے تکلف تشریف رکھتے تھے۔ زانوے مبارک کا کچھ حصہ کھلا تھا۔ کہ حضرت عثمان کے آنے کی خبر ملی۔ آپ فوراً سنبھل کر بیٹھ گئے۔ اور زانوئے مبارک پر کپڑا برابر کرلیا۔

طرز حکومت

ابتدا میں آپ کا طرز حکومت وہی تھا۔ جو حضرت عمر نے قائم کیا تھا۔ بعد کو بنو امیہ نے غلبہ حاصل کر کے اس نظام کو ایک حد تک درہم برہم کر دیا تھا۔ آپ تمام عمال سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ اور بعض اوقات حکام کو مدینہ میں بلا کر ان سے رائے لیتے اپنے والیوں پر ان کی نگرانی بہت سخت تھی۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری کے امیرانہ ٹھاٹھ ان کی معزولی کا سبب بنے۔ اور حضرت سعد کو اس لئے الگ کر دیا کہ وہ بیت المال کا قرض ادا نہ کر سکے۔

حضرت عثمان کی عادت تھی کہ جمعہ کا خطبہ شروع کرنے سے پہلے لوگوں سے اطراف و اکناف ملک کے حالات پوچھتے۔ حج پر لوگوں کی شکایات سن کر ان کا تدارک فرماتے۔ آپ کے حسن انتظام کا نتیجہ یہ تھا کہ مصر کا خراج چالیس لاکھ تک پہونچ گیا تھا۔ یعنی عہد فاروقی کے اعتبار سے پورا دوگنا۔

آپ کے عہد حکومت میں حسب ذیل صوبہ جات کے امرا تھے۔

مکہ، عبداللہ بن حضرمی۔

طائف۔ قاسم بن ربیعہ ثقفی

صنعا، یعلی بن منبہ
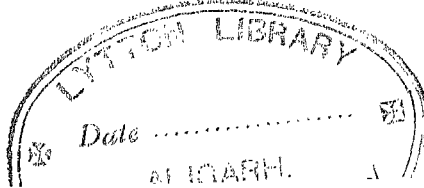
یمن - عبداللہ بن ربیعہ -
بصرہ - عبداللہ بن عامر -
کوفہ - ابوموسیٰ اشعری -
شام - امیر معاویہ -
قنسرین - حبیب بن مسلمہ فہری
مصر - عبداللہ بن سعد -

بیت المال پر عقبہ بن عامر، اور قضا پر حضرت زید بن ثابت مقرر تھے
مذکورۃ الصدر امرا میں سے صرف امیر معاویہ - عبداللہ بن عامر اور عبداللہ بن سعد وہ حضرات ہیں جو حضرت عثمان کے رشتہ دار تھے - اور یہی چیز وجہ پرخاش تھی کہ وہ اپنے رشتہ داروں کو مناصب حکومت دیتے ہیں -

اذان اور قرآن

مدینہ شہر کی آبادی مسلمانوں کی کثرت کی وجہ سے بہت وسیع ہوگئی تو جمعہ کے روز ایک اذان کافی نہ ہوتی تھی - اس لئے آپ نے ایک اور موذن مقرر کیا کہ مقام زوراء میں دوسری اذان دیا کرے

آپ کی سب سے بڑی مذہبی خدمت قرآن کریم کو اختلاف سے بچانا ہے - اس کی صورت یہ ہوئی کہ جب شام، مصر، عراق، اور دوسرے علاقوں کی فوجیں آرمینیہ اور آذربائیجان کی فتح میں مصروف تھیں تو حضرت حذیفہ بن یمان نے دیکھا کہ ہر ایک کی قرأت دوسرے سے جدا ہے - اور ہر ایک اپنے آپ ہی کو درست سمجھتا ہے -
واپسی آکر حضرت حذیفہ نے یہ تمام واقعہ حضرت عثمان کے گوش گذار کیا تو آپ نے

ام المومنین حضرت حفصہ سے عہد صدیقی کا ترتیب دیا ہوا نسخہ لیا۔ اور حضرت زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، اور سعید بن العاص کو نقل پر مامور کیا۔ اس کی اشاعت تمام ممالک اسلامیہ کی اس کے علاوہ اور جو مختلف ا سخاؤں سے لوگوں نے اپنے اپنے واسطے مصاحف تیار کئے تھے۔ ان سب کو جمع کر کے معدوم کر دیا

اعتراضات اور جوابات

یہاں تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے واقعات زندگی ختم ہو گئے۔ آخر میں ہم چاہتے ہیں کہ ان اعتراضات کو لکھ دیں جو مفسدین نے ان کی ذات پر لگائے تھے۔ یا جو ان پر اب لگائے جاتے ہیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ اختصار کے طور پر ہر ایک کا جواب بھی تحریر کر دیں کہ حقیقت سامنے آجائے

(۱) حضرت ابو موسیٰ اشعری، مغیرہ بن شعبہ، عمرو بن العاص، عمار بن یاسر، عبداللہ بن مسعود، اور عبداللہ بن ارقم کو معزول کر کے اپنے خاندان والوں کو امارتیں سپرد کیں ان صحابہ کرام کی معزولی ان اسباب کی بنا پر عمل میں آئی تھی۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری سے اہل بصرہ ناخوش تھے۔ خود ان لوگوں کی استدعا پر آپ کو معزول کر دیا گیا۔ مغیرہ بن شعبہ پر رشوت کا الزام لگایا گیا تھا۔ اگرچہ وہ محض بہتان تھا۔ مگر انھیں صرف اس لئے معزول کر دیا گیا کہ حضرت عمر نے خود سعد وقاص کے تقرر کی وصیت کی تھی۔ عمرو بن العاص باوجود نئی نہروں کے جاری ہونے کے مصر کے مالیہ میں کچھ اضافہ نہ کر سکے۔ علاوہ ازیں اسکندریہ کے ذمیوں کے ساتھ انھوں نے اچھا سلوک نہیں کیا تھا۔ عمار بن یاسر کو حضرت عمر اپنے عہد خلافت میں معزول کر چکے تھے۔ عبداللہ بن مسعود کی نسبت حضرت عثمان کو بہت زیادہ بدگمان کر دیا گیا تھا۔ عبداللہ بن ارقم بے شک

حضرت ابوبکر و عمر کے زمانہ میں تقسیم وظائف کا کام کرتے تھے۔ مگر جب وہ بوڑھے اور ضعیف ہو گئے تو ان کی جگہ زید بن ثابت کا تقرر عمل میں آیا۔

جن رشتہ داروں کو آپ نے صوبوں کی ولایت سپرد کی تھی۔ ان کی تعداد صرف تین ہے۔ جیسا کہ آپ گزشتہ اوراق میں پڑھ چکے ہیں جن کی لیاقت۔ حسن تدبیر دین داری اور امانت کا سب کو اعتراف تھا۔

(۲) حکم بن العاص کو طائف سے بلایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کو طائف جلا وطن کر دیا تھا۔ مگر آخر میں حضرت عثمان کی سفارش پر مدینہ آنے کی اجازت دے دی۔ حضرت ابوبکر و عمر کو اس اجازت کا علم نہ تھا۔ جب آپ خلیفہ ہوئے تو انھیں مدینہ بلا لیا۔ ان کے لڑکے مروان سے اپنی صاحبزادی کا نکاح کیا۔ حکم کو اپنی جیب خاص سے ایک لاکھ درہم عطا فرمائے۔ اور مروان کو بھی ایک لاکھ درہم جہیز میں دیئے۔

(۳) بقیع کو سرکاری چراگاہ بنا کر عوام کو اس سے روک دیا۔

خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بقیع کو چراگاہ بنا دیا تھا۔ حضرت عمر نے تمام ملک میں مختلف چراگاہیں بنائی تھیں جن میں فوجی گھوڑے اور اونٹ چرتے تھے۔ حضرت عثمان نے اور بھی اضافہ کیا۔ صرف ایک چراگاہ میں چالیس ہزار اونٹ چرتے تھے۔ ان سرکاری چراگاہوں سے عام لوگ کس طرح فائدہ اٹھا سکتے تھے۔

(۴) ابوذر غفاری۔ عمار بن یاسر۔ جندب بن جنادہ۔ عبداللہ بن مسعود۔ اور عبادہ بن صامت کی تذلیل کی۔ اور بعض کو جلا وطن کر دیا۔

حضرت عبادہ بن صامت شام میں تقسیم غنائم کے منصب پر حضرت عثمان کی طرف

عہد تک ماموزر ہے۔ بقیہ صحابہ کے حالات گذشتہ اوراق میں گذر چکے ہیں۔ ان سے ان کی تذلیل اور اہانت مقصود نہیں تھی۔

(۵) زید بن ثابت کے تیار کردہ مصحف کے سوا باقی سب کو جلا دیا

حضرت عثمان نے صحابہ کرام کی جماعت کو مفسدین کے سامنے مخاطب کرکے سوال کیا کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔ اور اسی نے اس کو نازل کیا ہے۔ اس میں کوئی بات خلاف واقعہ ہے۔ سب نے جواب دیا۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔

(۶) حج کے موقع پر آپ نے منیٰ میں دو کی بجائے چار رکعت نماز پڑھی۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین نے ہمیشہ دو ہی رکعت ادا کی، حضرت عثمان نے صحابہ سے فرمایا کہ میں نے آں حضرت سے سنا ہے کہ جب کسی مسافر کے اہل وعیال کسی جگہ مقیم ہوں۔ تو وہ بھی مقیم ہی ہوگا۔ کیا یہ ٹھیک ہے۔ یا نہیں۔ صحابہ نے جواب دیا کہ ٹھیک ہے۔

(۷) بیت المال میں سے اپنے عزیزوں کو دیتے ہیں۔

اس کا جواب بھی آپ نے خود دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ لوگ مجھ پر اعتراض کرتے ہیں کہ میں اپنے رشتہ داروں سے محبت کرتا ہوں۔ یہ کوئی جرم نہیں ہے۔ میں اگر انہیں دیتا ہوں تو اپنی جیب سے دیتا ہوں۔ بیت المال میں سے میں نے ایک پائی بھی آج تک نہیں لی۔ پھر کیا مجھے اتنا بھی اختیار حاصل نہیں کہ اپنے ذاتی مال میں اپنے منشا کے مطابق تصرف کر دوں۔

معمولی باتوں کو ہم نے نظر انداز کر دیا ہے کہ خود کتاب میں ان کے جوابات مل سکتے ہیں۔

وَأَقْضَاهُمْ

عَلِیٌّ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

خونِ ناحق

عدیم المثال فداکاری

آپ کا نام علی کنیت ابوتراب اور ابوالحسن، لقب حیدرہ، اور خطاب امیرالمومنین تھا۔ آپ کے والد کا نام ابوطالب اور والدہ کا فاطمہ بنت اسد۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے۔ ہجرت سے ۲۱ سال پیشتر آپ کی ولادت ہوئی۔

ابوطالب کثیر العیال تھے۔ اور عسرت و تنگی کی وجہ سے انھیں پریشانی تھی۔ اس لئے آں حضرت کے مشورہ سے حضرت عباس نے جعفر کو۔ اور آپ نے حضرت علی کو اپنی پرورش میں لے لیا۔ جب ان کی عمر دس سال کی ہوئی تو اللہ نے اپنے رسول کو خلعت نبوت سے سرفراز فرمایا۔ ایک دفعہ انھوں نے رسول اللہ اور خدیجۃ الکبریٰ کو نماز پڑھتے دیکھا تو حیرت زدہ ہوکر پوچھا کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ میں اللہ کا نبی ہوں اور تم کفر و شرک چھوڑکر توحید قبول کرلو۔ چنانچہ بچوں میں آپ ہی سب سے پہلے مسلمان ہوئے۔

اب آپ نے برابر آں حضرت ہی کے پاس رہنا شروع کردیا۔ اور عبادت میں بھی شریک ہونے لگے۔ جب اللہ نے رسول اللہ کو حکم دیا کہ وہ اپنے رشتہ داروں کو ڈرائیں تو آپ نے سب خاندان والوں کو بلایا۔ اس دعوت کا انتظام حضرت علی ہی نے کیا تھا۔ کھانے کے بعد آں حضرت نے ان کو راہ راست کی طرف بلانے کی کوشش کی۔ مگر سوائے حضرت علی کے

کوئی بھی اس بارگراں کا متحمل نہ ہوسکا۔
جب رسول اللہ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو حضرت علی کو اپنی جگہ پر سلا دیا۔ آپ عدیم المثال
جرأت اور بے نظیر شجاعت کے ساتھ سو گئے۔ اس ایثار و فدویت اور جاں نثاری و جاں
سپاری کی مثال تاریخ پیش کرنے سے عاجز ہے۔ رسول اللہ کے بعد آپ دو تین روز
تک مکہ میں ٹھہرے۔ جن لوگوں سے آپ کا لین دین تھا۔ ان سے فراغت حاصل کی۔
اور تمام امانتیں دے دینے کے بعد مدینہ کو روانہ ہو گئے۔ اور حضرت کلثوم بن ہدم کے مہمان
ہوئے کیونکہ رسول اللہ بھی اسی گھر میں مقیم تھے۔ بھائی چارہ کا وقت آیا تو رسول اللہ نے
آپ کو اپنا بھائی بنا لیا۔ مسجد نبوی کی تعمیر میں آپ شریک تھے۔ اور اینٹ اور گارا لا کر دیتے تھے

غزوات

رسول اللہ جب تین سو تیرہ جاں نثاروں کے ساتھ میدان بدر کو جا رہے تھے تو
آپ کے آگے آگے دو سیاہ علم تھے۔ ان میں سے ایک حضرت علی کے ہاتھ میں تھا۔ اس
لڑائی میں آپ نے جاں بازی کے جوہر دکھائے ولید و شیبہ کو قتل کیا۔ آپ کو مال غنیمت
میں سے ایک زرہ۔ ایک اونٹ۔ اور ایک تلوار ملی۔
سنہ ۲ھ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ آپ کے نکاح میں آئیں۔ دس گیارہ
ماہ کے بعد رخصتی ہوئی تو حارثہ بن النعمان کا گھر کرایہ پر لے کر سیدۃ النساء کو لے آئے
سسرال سے آپ کو ایک پلنگ، ایک بستر۔ ایک چادر۔ دو چکیاں۔ اور ایک مشکیزہ ملا
۷ شوال سنہ ۳ھ میں معرکہ احد پیش آیا۔ مسلمانوں کی فتح جب شکست سے تبدیل ہو گئی۔ تو
حضرت علی نے علم اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور مشرکین کے علم بردار ابو سعد بن ابی طلحہ پر اس زور
سے حملہ کیا کہ وہ فرش خاک پر تڑپنے لگا۔ آں حضرت زخمی ہو گئے۔ تو حضرت فاطمہ زخم دھوتی

تھیں۔ اور حضرت علی ڈھال سے پانی زخم پر ڈالتے تھے۔ مگر جب خون بند نہ ہوا تو ملکہ جنت نے۔ چٹائی جلا کر راکھ سے زخم بند کیا۔

سنہ ۴ھ میں بنو نضیر پر حملہ ہوا۔ اس میں بھی علم آپ کے پاس تھا۔ غزوۂ خندق میں آپ نے مشرکین کے سردار عبد و د کو جہنم واصل کیا۔ بنو قریظہ کی لڑائی میں آپ ہی علم بردار تھے۔ آپ نے ان کے قلعہ پر قبضہ کر کے نماز عصر اس کے صحن میں ادا کی۔ سنہ ۶ھ میں بنو سعد کے لوگ یہود خیبر کی مدد کے لئے جمع ہو رہے تھے۔ حضرت علی نے ایک سو سواروں کے ساتھ حملہ کر کے انھیں منتشر کر دیا۔ اور مال غنیمت میں پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بکریاں اپنے ساتھ لائے۔

حدیبیہ کے میدان میں جب بیعت الرضوان ہوئی تو آپ بھی اس میں شریک تھے اور جب مشرکین نے صلح پر آمادگی ظاہر کی تو آپ نے صلح نامہ کی عبارت محمد رسول اللہ سے شروع کی۔ سفیر قریش نے لفظ رسول پر اعتراض کیا تو آں حضرت نے ان کو فرمایا کہ اس لفظ کو کاٹ دو۔ مگر ان کی غیرت دینی کب اس توہین کو برداشت کر سکتی تھی۔ انکار کر دیا۔ آخر رسول اللہ نے خود ہی ان الفاظ کو اپنے دست مبارک سے مٹا دیا۔

سنہ ۷ھ میں جنگ خیبر پیش آئی۔ جب کبار صحابہ باری باری اپنی جاں بازی کے جوہر دکھا چکے تو آں حضرت نے فرمایا کہ کل اس شخص کو یہ علم دیا جائے گا۔ جو اللہ اور رسول کا محبوب ہے۔ اور اس کے ہاتھ پر فتح ہوگی۔ حضرت علی ان دنوں آشوب چشم میں مبتلا تھے آں حضرت نے انہیں بلا کر اپنا لعاب مبارک ان کی آنکھوں پر لگا دیا۔ اور یہ بالکل اچھے ہو گئے انھوں نے علم ہاتھ میں لیتے ہی یہودیوں کے مشہور سردار مرحب کو قتل کیا۔ اور ایک ہی حملہ میں خیبر فتح کر لیا۔

فتح مکہ

جب ۸ھ میں آں حضرت نے مکہ پر فوج کشی کا ارادہ کیا تو حضرت علی آپ کے حکم سے روضہ خاخ تک گئے۔ اور ایک عورت سے وہ خط لے لیا جو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے مشرکین مکہ کے نام بھیجا تھا۔ اب دس ہزار صحابہ کے ساتھ رسول اکرم روانہ ہوئے تو حضرت سعد بن عبادہ علم بردار یہ پڑھتے جاتے تھے کہ آج کی ہول ناک جنگ میں حرم کے اندر خوں ریزی جائز ہو گی۔ آں حضرت نے سنا تو ناراض ہوئے اور ان سے علم لے کر حضرت علی کو عنایت فرمایا۔ جو خوں ریزی کے بغیر ہی مکہ میں داخل ہو گئے۔

جنگ حنین میں بھی آپ نے ثبات و استقامت کا ثبوت دیا۔ جب ۹ھ میں رسول مقبول جنگ تبوک کے لئے تشریف لے گئے تو آپ کو اہل بیت کی حفاظت پر مدینہ ہی میں مامور فرما گئے۔ اور ان کے اطمینان کی خاطر آپ نے ارشاد کیا کہ میرے نزدیک تمہارا وہ رتبہ ہے جو ہارون کا موسیٰ کے نزدیک تھا۔

غزوہ تبوک سے واپسی پر حضرت ابوبکر کو امیر حج بنا کر بھیجا گیا تو اسی دوران میں سورہ براءۃ کا نزول ہو گیا۔ اس لئے ان کی امداد کے لئے حضرت علی روانہ کئے گئے کہ مکہ میں جا کر اس سورت کا اعلان عام کر دیں۔ یمن میں اشاعت اسلام پر حضرت خالد بن الولید مامور تھے۔ مگر چھ ماہ صرف کرنے کے باوجود انھیں کامیابی نہ ہوئی تو آں حضرت نے ۱۰ھ میں حضرت علی کو بھیجا آپ نے چند روز کے اندر قبیلہ ہمدان کو مسلمان کر لیا۔ حجۃ الوداع میں بھی آپ شریک تھے۔

جب رسول کریم مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو آپ ہمہ تن ان کی تیمار داری میں مصروف ہو گئے۔ ایک روز کسی نے ان سے پوچھا کہ آں حضرت کا مزاج کیسا ہے۔ تو انھوں

نے جواب دیا کہ اچھا ہے۔ حضرت عباس نے فرمایا۔ میں موت کے وقت خاندان عبدالمطلب کے چہرے پہچانتا ہوں۔ چلو ہم آپ سے اپنی خلافت کے لئے کہیں۔ حضرت علی نے جواب دیا کہ اگر آپ نے انکار فرمایا تو پھر تمام امیدیں ختم ہو جائیں گی۔

غرض جب آپ کی وفات ہو گئی تو آپ تجہیز و تکفین میں مصروف ہو گئے۔ فراغت کے بعد حضرت فاطمہ کو جو سوگ وار دیکھا تو خود بھی خانہ نشین ہو گئے۔ اور قرآن جمع کرنا شروع کر دیا۔ جب خاتون جنت کا انتقال ہو گیا تو آپ نے حضرت ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

رکن مشورہ

شیخین کے زمانہ خلافت میں آپ برابر ان کے مشیر کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ حضرت عمر جب بیت المقدس تشریف لے گئے تو وہ آپ ہی کو اپنا جانشین مقرر کر گئے تھے حضرت عمر نے آپ کی ایک صاحبزادی سے بھی نکاح کیا تھا۔

حضرت عثمان کا زمانہ آیا تو انھیں بھی مخلصانہ مشورہ دیتے رہے۔ مصری وفد آپ ہی کی سعی و کوشش سے واپس ہوا تھا۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ مفسدین نے دارالخلافت کا محاصرہ کر لیا ہے۔ تو آپ خود تشریف لے گئے۔ مگر باغیوں نے آپ کی ایک نہ سنی۔ آپ غصہ میں اپنا عمامہ پھینک کر واپس آ گئے۔ اور جب آپ کو حضرت عثمان کے شہید ہونے کی خبر ملی تو آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمایا۔ اے اللہ میں عثمان کے خون سے بری ہوں۔ پھر غصہ میں امام حسن اور حسین علیہما السلام کو طمانچہ مارا کہ تمہاری موجودگی میں یہ کیسے ہو گیا۔

خلافت

از ۱۲ر ذی الحجہ ۳۵ھ تا ۱۷ر رمضان المبارک ۴۰ھ

خانہ جنگی

انتخاب

حضرت عثمان کی شہادت کے بعد تین دن تک باغیوں کی شہر پر حکومت تھی۔ اکثر بزرگان امت مدینہ سے باہر دوسرے مقامات میں تھے۔ مفسدین کی نظر میں خلافت کا مستحق حضرت علی سے بڑھ کر اور کوئی نہ تھا۔ اس لئے آپ سے درخواست کی گئی کہ آپ اس بار عظیم کو اپنے کندھوں پر اٹھالیں۔ مگر آپ نے صاف انکار کر دیا۔ مہاجرین و انصار نے آپ کو مجبور کیا تو آپ اس کے لئے آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ ۱۸ر ذی الحجہ کو دوشنبہ کے دن مسجد نبوی میں آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔

جس قدر جلیل الشان صحابہ کرام اس وقت مدینہ میں موجود تھے۔ وہ بھی اس بیعت میں شریک ہو گئے۔ جو لوگ اس سے بچنا چاہتے تھے۔ وہ شام چلے گئے۔ بیعت کے بعد آپ نے نہایت فصیح و بلیغ خطبہ دیا۔ جس میں حکمت و دانائی کے موتی بکھیر دیئے۔

اب صحابہ کی ایک جماعت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے درخواست کی کہ آپ قاتلین عثمان سے قصاص لیں۔ مگر چاروں طرف مفسدین کا غلبہ تھا۔ شہادت ملنے کی کوئی صورت نہ تھی خود حضرت نائلہ نے بیان کیا کہ محمد بن ابی بکر قتل میں شریک نہ تھے۔ اور دوسرے اور حملہ آوروں کو وہ شناخت نہیں کر سکتیں۔ اس لئے حضرت علی نے فرمایا کہ ملک میں ذرا سکون ہو جائے تو میں اس مقدمہ کو ہاتھ میں لوں گا

عمال عثمانی کا عزل

حضرت علی کو خیال ہوا کہ موجودہ امرائے مملکت میں حکومت کرنے کی قابلیت موجود نہیں۔ اس لئے آپ نے انھیں معزول کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ اور عبداللہ بن عباس نے انھیں اس سے روکنے کی کوشش کی۔ مگر وہ طے کر چکے تھے۔ اس لئے تمام عمال عثمانی کی معزولی کا فرمان جاری کرکے عثمان بن حنیف کو بصرہ عمارہ بن حسان کو کوفہ عبداللہ بن عباس کو یمن۔ قیس بن سعد بن عبادہ کو مصر، اور سہل بن حنیف کو شام کی امارت کا پروانہ دے کر روانہ کر دیا۔

سہل تبوک کے قریب پہونچے تو شاہی سواروں نے انھیں مدینہ واپس جانے پر مجبور کیا۔ قیس بن سعد مصر پہونچے تو وہاں کے لوگ تین جماعتوں میں منقسم ہو گئے۔ عبداللہ بن عامر والی بصرہ حج کو گئے تھے۔ عثمان بن حنیف کے پہونچنے پر یہاں بھی تین گروہ بن گئے زبالہ کے مقام پر طلحہ بن خویلد اسدی کی ملاقات عمارہ سے ہو گئی۔ طلحہ حضرت عثمان کے خون کا بدلہ لینے کے لئے آرہے تھے۔ انھوں نے عمارہ سے کہا کہ واپس جاؤ ورنہ ہم تمہاری گردن اڑا دیں گے۔ یمن میں جب عبیداللہ بن عباس کے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو یعلی بن منبہ خراج کی تمام رقم لے کر مکہ کو چل دیئے۔

ان واقعات کی اطلاع جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ہوئی تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ خلافت میں کس قسم کے جھگڑے اٹھنے والے ہیں۔

قصاص کی تیاری

حضرت علی نے امیر معاویہ والی شام کے پاس اپنا آدمی بھیجا کہ انہیں بیعت کی دعوت دے۔ مگر انھوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور تین ماہ کے بعد اپنا قاصد مدینہ بھیجا جس نے دربار خلافت میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ شام میں پچاس ہزار شیوخ عثمان کی خون آلود قمیص پر آنسو بہاتے چھوڑ آیا ہوں۔ جب تک وہ اس خون کا بدلہ لیں گے۔ ان کی تلواریں نیام میں نہ جائیں گی۔

معاملہ چل رہا تھا جو خبر ملی کہ حضرت عائشہ طلحہ اور زبیر بصرہ کے قریب پہونچ گئے ہیں۔ اور ان کے ساتھ عبداللہ بن عامر حضرمی والی مکہ۔ مروان بن حکم۔ سعید بن العاص۔ اور دوسرے بنو امیہ کے لوگ بھی ہیں۔ اس قافلہ کے سردار اور نماز کے امام حضرت عبدالرحمن بن عتاب بن اسید تھے۔

حضرت علی نے یہ سن کر عراق کا ارادہ کیا کہ مخالفین سے پہلے پہونچ کر بیت المال پر قبضہ کرلیں۔ یہ سنکر انصار کا ایک وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس کی طرف سے حضرت عقبہ بن عامر بدری نے آپ سے درخواست کی کہ آپ مرکز کو نہ چھوڑیں جس طرح کہ حضرت عمر یہاں سے باہر تشریف نہیں لے گئے۔ ہم پروانہ وار جان نثار کرنے کو تیار رہیں۔ مگر آپ نہ مانے۔ اور چند محتاط صحابہ کے سوا تمام اہل مدینہ کو لے کر روانہ ہو گئے مگر جب مقام ذی دقار میں پہونچے تو معلوم ہوا کہ تقریباً تمام اہل بصرہ نے حضرت طلحہ اور زبیر کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے۔ یہاں سے آپ نے حضرت امام حسن اور عمار بن یاسر کو کوفہ

بھیجا۔ انھوں نے وہاں جاکر دیکھا کہ حضرت ابو موسی اشعری والی کوفہ مسجد میں ایک عظیم الشان اجتماع کے سامنے تقریر کررہے ہیں اور لوگوں کو ہتھیار بیکار کرتے اور عزلت نشین ہونے کی دعوت دے رہے ہیں۔ حضرت امام حسن نے مسجد میں داخل ہوتے ہی ان کو اسی وقت نکل جانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد اُنھوں نے اور کوفہ کے ایک ذی اثر بزرگ حجر بن عدی کندی نے بڑی اثر انگیز تقریریں کیں۔ اور دوسرے روز ساڑھے نو ہزار سپاہی لے کر حضرت علی کے پاس پہونچ گئے۔

گفتگوئے صلح

حضرت علی نے اپنی فوج کو نئے سرے سے مرتب کیا۔ اور بصرہ کی طرف روانہ ہوئے وہاں اس وقت تین قسم کے لوگ تھے۔

(۱) غیر جانب دار۔

(۲) حضرت علی کے مددگار۔

(۳) ام المومنین حضرت عائشہ وغیرہ کے طرف دار۔

پہلی جماعت کی کوشش یہ تھی کہ آپس میں صلح ہوجائے۔ خود حضرت علی اور حضرت عائشہ کی بھی خواہش تھی۔ صلح کے آثار بالکل نمایاں تھے۔ حضرت علی کی فوج میں سبائی انجمن کے ارکان اور حضرت عثمان کے قاتل موجود تھے۔ اُنھوں نے خیال کیا کہ اگر صلح ہوگئی تو ان کی خیر نہیں۔ اس لئے اُنھوں نے حضرت عائشہ کی فوج پر شب خون مارا رات کی تاریکی میں ہر فریق یہی سمجھتا تھا کہ مخالف جماعت نے دھوکا دے کر ان پر حملہ کردیا ہے۔ اب آپس میں لڑائی شروع ہوگئی۔ حضرت علی اور حضرت عائشہ نے بہتری کوشش کی کہ یہ فتنہ دب جائے۔ مگر وہ ناکام رہے۔

جنگ جمل

لڑائی شروع ہوئی تو حضرت علی تنہا گھوڑے پر سوار میدان میں آئے اور حضرت زبیر کو بلا کر کہا کہ کیا تمھیں یاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے یہ فرمایا تھا۔ کہ ایک روز تم ناحق علی سے لڑو گے۔ حضرت زبیر نے کہا۔ ہاں اب مجھے یاد آ گیا۔ حضرت زبیر کو اپنی غلطی کا افسوس ہوا تو اپنے صاحب زادے عبداللہ سے فرمایا۔ میں اس جنگ سے منہ موڑتا ہوں اور مدینہ کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ عمرو بن جرموز یہ دیکھ کر ان کے پیچھے ہو لئے۔ اور جب وہ وادی سباع میں پہونچے تو انہیں تیر سے ہلاک کر دیا

حضرت طلحہ نے دیکھا کہ جنگ سے حضرت زبیر واپس ہٹ رہے ہیں تو ان کے ارادہ میں بھی تزلزل پیدا ہو گیا۔ مروان بن حکم کو معلوم ہوا کہ حضرت طلحہ جانا چاہتے ہیں تو اس نے زہر میں بجھا ہوا تیر ایسا تاک کر مارا کہ اس نے ان کا کام تمام کر دیا۔

حضرت عائشہ زرہ پوش ہودج میں بیٹھی تھیں۔ بنو ضبہ آپ کے اونٹ کی حفاظت میں جانیں قربان کر رہے تھے۔ اور عبداللہ بن زبیر کے ہاتھ میں اس کی نکیل تھی۔ سبائی ام المومنین حضرت عائشہ کو گرفتار کرنے کے خواہاں تھے۔ مسلمانوں کا خون پانی کی طرح بہ رہا تھا۔ حضرت علی نے خیال کیا کہ جب تک یہ اونٹ نہ بٹھایا جائے گا جنگ نہیں رک سکتی۔ اس لئے آپ کے اشارہ سے ایک شخص نے پیچھے سے جا کر اونٹ کے پاؤں پر تلوار ماری اور وہ بیٹھ گیا۔ حضرت علی نے اسی وقت محمد بن ابی بکر کو بھیجا کہ اپنی بہن کی خبر گیری کریں۔

اس لڑائی میں طرفین کے دس ہزار آدمی مارے گئے۔ حضرت علی مقتولین کے دفن سے فارغ ہو کر حضرت عائشہ کے پاس گئے۔ ان کی مزاج پرسی کی۔ بصرہ میں چند دن رکھنے

کے بعد انھیں یکم رجب ۳۶ھ کو مدینہ روانہ کر دیا۔ اور چند میل تک ان کے ساتھ گئے۔ ایک منزل تک حضرت امام حسن اور امام حسین ہم راہ تھے۔ اور مدینہ تک محمد بن ابی بکر ساتھ تھے۔ روانگی کے وقت حضرت عائشہ نے فرمایا کہ ہماری باہمی کش مکش محض غلط فہمی کا نتیجہ تھی۔ ہم میں کوئی عداوت اور رنجش نہیں ہے۔ میں علی کو بہترین آدمیوں میں سے سمجھتی ہوں۔ حضرت علی نے کہا۔ ام المومنین نے سچ فرمایا ہم میں کوئی دشمنی نہیں ہے۔ آپ ان حضرت کی حرم محترم اور ہماری ماں ہیں۔ آپ کا رتبہ بہت بڑا ہے

دار الخلافت کی تبدیلی

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت عثمان کے فتنۂ قتل سے حرم نبوی کی سخت توہین ہوئی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ علمی و مذہبی، مرکز کو سیاسی مرکز سے الگ کر دیا جائے علاوہ ازیں کوفہ میں آپ کے طرف داروں کی تعداد سب سے زیادہ تھی۔ اس بنا پر حضرت علی نے فیصلہ کر لیا کہ مدینہ کو مستقل طور پر چھوڑ کر کوفہ کو اپنا دار الحکومت بنا لیں۔ چنانچہ ۱۲ رجب ۳۶ھ کو دوشنبہ کے دن آپ کوفہ میں داخل ہوئے میدان میں ٹھہرے۔ اور جمعہ کے روز نہایت سبق آموز و ولولہ انگیز تقریر کی۔

مستقل سکونت کے بعد آپ نے اپنی عنان توجہ انتظام ملکی کی طرف پھیری۔ عبداللہ بن عباس کو بصرہ۔ یزید بن قیس کو مدائن محمد بن سلیم کو اصفہان، قدامہ بن عجلان ازدی کو کسکر۔ ربعی بن کاس کو سجستان۔ اور خلید بن کاس کو تمام خراسان کی امارت پر مقرر کر کے بھیجا۔

امارت کی خواہش

حضرت علی نے امیر معاویہ کی طرف مصالحت کا ہاتھ بڑھایا۔ اور حضرت جریر بن عبداللہ

بجلی کو خط دے کر شام کی طرف روانہ کیا۔ اس خط کا مضمون یہی تھا کہ مہاجرین و انصار نے مجھے اتفاق عام سے اپنا خلیفہ چن لیا ہے۔ جیسے انھوں نے ابوبکر، عمر اور عثمان کو منتخب کیا تھا۔ اس لئے تم بھی ان بزرگوں کے نقش قدم پر چل کر میری بیعت کرو۔ ورنہ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اگر تمہیں قاتلین عثمان سے انتقام لینا ہے تو میری اطاعت کرو۔ اور باقاعدہ میری عدالت میں مقدمہ لاؤ میں کتاب وسنت کے مطابق اس کا فیصلہ کردوں گا۔ ورنہ میں سمجھوں گا کہ تم دھوکے سے اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتے ہو۔

حضرت امیر معاویہ ایک مدت سے شام پر حکومت کرتے چلے آرہے تھے۔ اپنے سیاسی تدبر حلم اور بردباری سے وہاں کے رہنے والوں پر انھیں پورا قابو تھا۔ اور اب ان کے دل میں خودمختاری کی تمنا پیدا ہوگئی تھی۔ اور اس مقصد میں انھیں حسب ذیل اسباب کی بنا پر اور زیادہ تقویت حاصل ہوگئی۔

بنو ہاشم اور بنو امیہ کی پرانی رقابت پھر زندہ ہوگئی تھی۔

حضرت علی نے تمام عمال عثمانی کو معزول کردیا تو وہ امیر معاویہ کے گرد وپیش جمع ہوگئے تھے۔ بہت سے عرب قبائل صرف ان کی داد ودہش کی وجہ سے ان کے طرف دار ہوگئے تھے

حضرت عمرو بن العاص نے مصر کی ولایت کا عہد لے کر ان کی مدد کا وعدہ کیا تھا۔

عرب کے سب سے بڑے سیاسی مدبر مغیرہ بن شعبہ اور زیاد بعض اسباب کی بنا پر حضرت علی سے ناراض ہوکر ان کے پاس چلے آئے تھے۔ عبیداللہ بن عمر نے ہرمزان کو قتل کیا تھا۔ حضرت عثمان نے ان سے قصاص نہیں لیا تھا۔ وہ بھاگ کر حضرت معاویہ کے پاس چلے گئے کہ شاید حضرت علی ان سے قصاص طلب کریں۔

حضرت عثمان کے قتل کو ہر جگہ نمایاں کیا گیا۔ ان کا خون آلود کرتہ اور حضرت نائلہ کی

انگلیاں ہر گاؤں اور قصبہ میں دکھائی گئیں۔

جب حضرت علی کا انہیں خط ملا تو ان اسباب کی بنا پر انھوں نے یہ جواب دیا کہ ہم آپ کی بیعت سے انکار کرتے ہیں۔ آپ یا تو خلیفہ مظلوم کے قتل میں شریک ہیں۔ یا ان کے قاتلوں کے حامی و مددگار ہیں۔

جنگ صفین

حضرت جریر نے واپس آکر حضرت علی سے شام کی کیفیت بیان کی تو وہ اپنی فوج کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اور مقام نخیلہ میں مقیم ہو گئے۔ ادھر یہ خبر سن کر امیر معاویہ بھی شامی فوجوں کے ساتھ چل پڑے دریائے فرات کو عبور کر کے حضرت علی سرحد شام میں داخل ہوئے تو شامی فوجوں کے مقدمۃ الجیش نے انھیں روکا۔ اس کے سردار ابوالاعور اسلمی نے جب دیکھا کہ وہ ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو امیر معاویہ کو اس فوج کے آنے کی خبر دے کر خود میدان صفین کو مدافعت کے لئے منتخب کر لیا۔

جب حضرت علی کی فوج یہاں پہونچی تو انھیں دریائے فرات کا پانی لینے سے روکا مگر پیاسے کب تک صبر کر سکتے تھے۔ لڑے۔ اور گھاٹ پر قابض ہو گئے۔ مگر حضرت علی کی طبعی سخاوت نے دشمن کی فوج کو بھی پانی سے محروم نہ رکھا۔ اس کی وجہ سے دونوں فوجوں میں میل جول ہو گیا۔ اور امید بندھ چلی کہ اب صلح ہو جائے گی۔ چنانچہ اتمام حجت کے لئے حضرت علی نے بشیر بن عمرو انصاری۔ سعید بن قیس ہمدانی۔ اور شبیث بن ربعی تمیمی کو امیر معاویہ کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ وہ بے گناہ مسلمانوں کا خون نہ بہائیں۔ اور ان میں تفریق نہ پیدا کریں۔

یہ سفارت ناکام واپس آئی۔ مگر باوجود اس کے جنگ شروع نہیں ہوئی۔ اس لئے

کہ دونوں جانب ایسے لوگ تھے جو دل سے اس خون ریزی کو ناپسند کرتے تھے۔ آخر
جمادی الثانی کے اوائل میں لڑائی کا ابتدا ہوئی۔ مگر وہ بھی اس طرح کہ دونوں طرف سے
تھوڑی تھوڑی فوج نکلتی۔ اور خون بہانے کے بغیر واپس چلی جاتی۔ رجب کا چاند نکلتے
ہی لڑائی رک گئی حضرت ابو درداء اور حضرت امامہ باہلی پہلے امیر معاویہ سے۔ اور پھر
حضرت علی سے ملے۔ اور جب دیکھا کہ جنگ ناگزیر ہے تو لشکر گاہ کو چھوڑ کر چل دیئے۔

محرم ۳۷ھ کے گذرتے ہی حضرت علی نے عام حملہ کا حکم دے دیا۔ آپ کی فوج
نے اس زور سے حملہ کیا کہ شامی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے۔ حضرت علی نے امیر معاویہ کو
مقابلہ کے لئے پکارا تو عمرو بن العاص آگے بڑھے۔ دونوں میں بہت سخت مقابلہ ہوا۔ آخر
بڑی مشکل سے عمرو بن العاص جان بچا کر واپس گئے۔

اسی طرح کئی روز تک فوجوں کا مقابلہ ہوتا رہا۔ جمعہ کے روز اس شدت کی جنگ ہوئی
کہ قادسیہ کی طرح رات بھر اس کا سلسلہ جاری رہا۔ اب امیر معاویہ اور عمرو بن العاص کو
معلوم ہو گیا کہ حیدر کرار کی فوج سے مقابلہ کرنا غیر ممکن ہے۔ اس لڑائی میں حضرت عمار بن
یاسر بھی شہید ہو گئے۔ امیر معاویہ نے حالات سے مجبور ہو کر حضرت علی کے پاس پیغام بھیجا
کہ جنگ خواہ مخواہ طول پکڑ رہی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس کا خاتمہ کر دیا جائے۔ مگر صلح ایسی
ہونی چاہیئے کہ دونوں کی عزت و مرتبت قائم و برقرار رہے۔

حضرت علی نے اب مصالحت کا ہاتھ بڑھانے سے انکار کر دیا۔ اور دوسرے روز زرہ بکتر سے
آراستہ فوجوں کے ساتھ میدان میں آ گئے۔ صبح کو شامی فوج بھی سامنے آ گئی مگر اس شان
سے کہ آگے آگے دمشق کا مصحف اعظم پانچ نیزوں پر بندھا ہوا تھا۔ جسے پانچ آدمی اٹھائے ہوئے
تھے۔ اس کے علاوہ جس جس کے پاس قرآن تھا۔ اس نے اپنے نیزہ پر اس کو باندھ لیا تھا

اشتر نخعی نے حضرت علی کی طرف سے شامی فوج پر حملہ کیا۔ تو قلب سے فضل بن ادھم، میمنہ سے شریح الجذامی، اور میسرہ سے زرقاء بن معمر نے آگے بڑھ کر کہا کہ دیکھو۔ یہ اللہ کی کتاب ہمارے اور تمہارے درمیان حکم ہے۔ اگر عراقی مٹ گئے تو مشرقی سرحدوں کی کون حفاظت کریگا۔ اور شامی فنا ہو گئے تو مغربی حملوں کی مدافعت کے لئے کوئی باقی نہ رہیگا

باہمی اختلاف

عراقیوں نے قرآن دیکھتے ہی لڑائی سے ہاتھ روک لیا۔ اور کہا کہ ہمیں کتاب اللہ کا فیصلہ بسر و چشم قبول ہے۔ حضرت علی نے فرمایا کہ تم حق پر ہو۔ تمہاری فتح و کامرانی کا وقت بالکل قریب ہے۔ میں ان لوگوں کو خوب جانتا ہوں جب شامیوں کی ناکامی دیکھی تو یہ چال چلے ہیں خدع و فریب کے سوا کچھ نہیں۔ مگر باوجود اس سحر بیانی کے ایک جماعت اپنی ضد پر قائم رہی۔ اور اس نے صاف الفاظ میں کہ دیا کہ اگر قرآن درمیان میں آجانے کے بعد بھی جنگ ختم نہ ہوئی تو ہم خود آپ کو تلوار کے گھاٹ اتار دیں گے۔ اس خیال کی جماعت کے سرگروہ مسعر بن فدکی۔ زید بن حصین اور ابن الکوا وغیرہ تھے۔

حضرت علی نے مجبور ہو کر اپنی فوجوں کو واپسی کا حکم دیا۔ اشتر نخعی بہت دور تک شامیوں کو دھکیلتے چلے گئے تھے۔ انھیں جب واپسی کا حکم ملا تو بہت برہم ہوئے آخر بڑی مشکل سے واپس لوٹے۔ اور آتے ہی مسعر بن فدکی اور ابن الکوا سے ان کی نہایت تلخ گفتگو ہوئی قریب تھا۔ کہ آپس میں تلوار چل پڑے حضرت علی نے بیچ بچاؤ کر کے اس جھگڑے کو رفع دفع کر دیا۔

پنچوں کا انتخاب

لڑائی ختم ہو گئی تو حضرت علی نے اشعث بن قیس کو بھیجا کہ امیر معاویہ سے دریافت

کریں کہ ان کی غرض کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ خلافت کا مسئلہ دو حکموں کے سپرد کردیا جائے۔ دونوں کتاب اللہ کو سامنے رکھ کر فیصلہ کریں۔ فیصلہ آخری اور قطعی ہو۔ ہر ایک اسے تسلیم کرے۔ اشعث نے اس تجویز کو پسند کیا۔ اور واپس آکر حضرت علی سے اس کا تذکرہ کیا۔ تمام عراقیوں نے اس تجویز پر لبیک کہا

اس فیصلہ کے مطابق شامیوں نے متفقہ طور پر حضرت عمرو بن العاص کو اپنی طرف سے حکم منتخب کرلیا۔ مگر عراقی آپس میں ایک دوسرے سے اختلاف کرنے لگے۔ اشعث بن قیس اور دوسرے امرائے عراق نے حضرت ابوموسی اشعری کا نام تجویز کیا۔ لیکن حضرت علی نے ان کی جگہ پر حضرت عبداللہ بن عباس کو پیش کیا۔ اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ ابوموسی اشعری کی رائے ان کے خلاف ہے۔ اور اس نام پر اصرار کیا۔ عراقیوں نے کہا کہ عبداللہ بن عباس اور آپ تو ایک ہی ہیں۔ حکم تو غیر جانب دار ہونا چاہیئے اس پر آپ نے اشتر نخعی کا نام لیا۔ اشعث نے کہا کہ یہ تمام آگ اسی کی لگائی ہوئی ہے۔ آخر حضرت علی کو مجبوراً حضرت ابوموسی اشعری کے انتخاب کو پسند کرنا پڑا

حضرت ابوموسی اشعری لڑائی سے کنارہ کش ہو کر شام کے ایک گاؤں میں گوشہ نشین ہوگئے تھے۔ انھیں وہاں سے بلوایا گیا۔ چہارشنبہ کے دن ۱۳ صفر ۳۷ھ کو قرار پایا کہ علی اور معاویہ باہمی رضامندی سے یہ عہد کرتے ہیں کہ دونوں پنچ کتاب وسنت کے مطابق جو فیصلہ کریں گے۔ وہ بسروچشم قبول ہوگا۔ دونوں حکم صرف کتاب اور سنت کو پیش نظر رکھیں گے فریقین آزادی کے ساتھ ہر جگہ آنے جانے کے مجاز ہوں گے۔ فیصلہ رمضان المبارک میں ہوگا۔ لیکن اگر پنچوں کو ضرورت محسوس ہو تو وہ اس مدت میں اضافہ کرسکتے ہیں۔ فیصلہ کا مقام عراق اور شام کے درمیان رہے گا۔ اس طرح یہ تباہ کن جنگ ختم ہوئی جس میں نوّے ہزار مسلمان

قتل ہو گئے تھے۔

فتنۂ خوارج

اشعث بن قیس اس خدمت پر مامور ہوئے کہ وہ اس معاہدہ کا اعلان تمام قبائل میں کر دیں۔ جب وہ اعلان کرتے کرتے آگے بڑھے تو بنو مراد، بنو راسب اور بنو تمیم نے اس فیصلہ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ عروہ بن ادیہ سردار بنی تمیم نے کہا کہ تم اللہ کے دین میں انسانوں کا فیصلہ قبول کرتے ہو۔ اور تلوار لے کر اشعث پر حملہ کیا اسی طرح بہت سے لوگوں نے خود آکر حضرت علی کے سامنے اس معاہدہ سے اپنی بیزاری کا اعلان کیا۔ محرز بن خنیس نے کہا کہ آپ اس ثالثی نامہ سے رجوع کیجئے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ کا انجام برا نہ ہو۔

عراقی جب کوفہ سے نکلے تو ایک تھے۔ مگر جب صفین سے واپس لوٹے تو وہ ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ جب یہ تمام فوج آپس میں لڑتی اور بدزبانی کرتی ہوئی کوفہ کے قریب پہونچی تو بارہ ہزار آدمی فوج سے الگ ہو کر بمقام حروراء مقیم ہو گئے اور شبث ابن ربعی کو اپنا امیر بنایا جو حضرت علی کی طرف سے امیر معاویہ کے پاس سفیر بن کر گیا تھا۔
ان لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لئے حضرت عبداللہ بن عباس بھیجے گئے۔ مگر جب انھیں ناکامی ہوئی تو خود حضرت علی بھی تشریف لے آئے خوارج سے مناظرہ ہوا۔ اور بحث وتمحیص کے بعد انھیں راضی کرکے کوفہ لے آئے۔ یہاں پر یہ مشہور کیا گیا کہ ان لوگوں کو خوش کرنے کے لئے حضرت علی نے تحکیم کو کفر تسلیم کرکے اس سے توبہ کی ہے۔ آپ کو معلوم ہوا تو آپ نے نہایت جوش انگیز خطبہ کے دوران میں فرمایا کہ یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے جنگ کو ملتوی کیا ہے۔ اور اب یہی لوگ عہد توڑ کر جنگ کرانے کی فکر میں ہیں۔ خدا کی قسم ایسا ہرگز نہ ہوگا۔

تحکیم کا نتیجہ

حضرت علی اور امیر معاویہ نے متفقہ طور پر دومۃ الجندل کو مقام اجلاس پسند کیا تھا کیوں کہ یہ شام اور عراق کے درمیان تھا۔ ہر ایک نے ماہ رمضان کے قریب اپنے اپنے پنچ کے ساتھ چار چار سو آدمی بھیج دیئے۔ حضرت علی کی فوج کے سردار شریح بن ہانی تھے اور عبداللہ بن عباس امام کے فرائض انجام دیتے تھے۔ اس خانہ جنگی سے عبداللہ بن عمر۔ سعد وقاص۔ اور مغیرہ بن شعبہ بالکل الگ تھے۔ مگر تحکیم کا آخری فیصلہ سننے کے لئے یہ حضرات بھی دومۃ الجندل پہونچ گئے۔

امیر معاویہ اپنے پنچ کو پاس برابر خط بھیجا کرتے۔ اور کسی کو کانوں کان یہ خبر بھی نہ ہوتی کہ اس کا مضمون کیا ہے۔ مگر حضرت علی کا جب کبھی کوئی خط حضرت عبداللہ بن عباس کے پاس آتا تو اہل عراق اس کا مطلب معلوم کرنے کے لئے بےچین ہو جاتے۔ اور اگر کسی طرح پتہ نہ لگتا تو ظن وتخمین سے کام لے کر بے پر کی اڑاتے۔ غرض دونوں ثالثوں میں جو گفتگو ہوئی اس کا ماحصل یہ ہے

ابوموسیٰ اشعری۔ ان خانہ جنگیوں میں عبداللہ بن عمر نے بالکل حصہ نہیں لیا۔ میری رائے ہے کہ انھیں خلیفہ بنا دیا جائے۔ اُمید ہے کہ وہ ایک دفعہ پھر حضرت عمر کی روایات کو زندہ کردیں گے۔

عمرو بن عاص۔ اگر یہی بات ہے تو آپ میرے بیٹے عبداللہ کو خلافت دے دیجئے اس کی فضل ومنقبت پر تمام امت متفق ہے۔

ابوموسیٰ اشعری۔ یہ بالکل ٹھیک ہے۔ مگر اس جنگ میں شامل کر کے تم نے اس کے دامن کو داغ دار کر دیا ہے۔

عمرو بن عاص، پھر آپ کی رائے کیا ہے۔
ابوموسیٰ اشعری۔ میرا خیال ہے کہ علی اور معاویہ۔ دونوں کو معزول کرکے امت کو نئے سرے سے انتخاب کا موقع دیا جائے
عمرو بن عاص۔ میرا بھی اس سے پورا اتفاق ہے

اس گفتگو سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دونوں حکم اس بات پر متفق ہو گئے تھے کہ ان دونوں کو تو معزول کردیا جائے۔ البتہ اس بات میں اختلاف تھا کہ پھر خلیفہ کون ہو۔ اسی قرارداد کو تحریر کرلیا گیا۔ سب لوگ جمع ہوتے اور یہ تحریری فیصلہ سنا دیا گیا۔ حضرت علی نے اس فیصلہ کو تسلیم کرنے سے اس بنا پر انکار کردیا کہ یہ قرآن کے خلاف ہے۔ مگر امیر معاویہ اس پر اس لئے راضی ہو گئے کہ اس فیصلہ کی رو سے کم از کم حضرت علی تو معزول ہو گئے۔ اب امت کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ جس کو چاہے اپنا خلیفہ بنائے مگر انھیں یقین تھا کہ امت کا بڑا حصہ ان کے زیر اثر ہے اور وہ ان ہی کو منتخب کرے گا۔

خوارج کی سرکشی

تحکیم کا نتیجہ شائع ہوتے ہی خوارج حضرت علی سے الگ ہو گئے اور انھوں نے عبداللہ بن وہب الراسبی کو اپنا امیر بنا لیا۔ اب کوفہ، بصرہ، انبار، اور مدائن سے بھی ان کے ہم خیال ایک ایک کرکے نہروان میں جمع ہو گئے۔ اور چاروں طرف قتل و غارت کا بازار گرم کردیا۔ حضرت علی نے اہل کوفہ کو حکم دیا کہ پنچوں نے قرآن کے خلاف فیصلہ کیا ہے اس لئے شام پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اور خوارج کو بھی شرکت کی دعوت دی۔

خوارج نے شرکت سے صاف انکار کردیا۔ بلکہ فوج میں شامل ہونے والے لوگوں کو روکنے لگے۔ حضرت علی نے حارث بن مرہ کو حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا تو اسے قتل کردیا۔

جب خوارج کی سرکشی یہاں تک پہونچ گئی ۔ توآپ نے شام کی فوج کشی کا ارادہ ملتوی کردیا ۔ اور نہروان کی طرف روانہ ہو گئے ۔

نہروان کی لڑائی

حضرت علی نے خوارج کو سمجھانے کے لئے حضرت ابوایوب انصاری اور قیس بن سعد بن عبادہ کو بھیجا ۔ مگر جب بحث ومناظرہ کا کوئی نتیجہ نہ نکلا تو مجبوراً آپ نے فوج کو تیاری کا حکم دیا ۔ کچھ خارجی حضرت علی کے ساتھ جنگ کرنے میں پس وپیش کر رہے تھے ۔ وہ پانسو کی تعداد میں الگ ہو گئے ۔ اور ایک ہزار توبہ کر کے حیدری علم کے نیچے آگئے اب عبداللہ بن وہب الراسبی کے ساتھ صرف چار ہزار آدمی رہ گئے ۔ لڑائی شروع ہوئی توخارجیوں نے دو حصوں میں ہو کر نہایت سختی سے حملہ کیا ۔ اور اس بے جگری اور پامردی سے لڑے کہ ان کا ایک ایک عضو کٹ کر جسم سے الگ ہو جاتا تھا ۔ مگر ان کے جوش میں کمی نہیں آتی تھی ۔ یہاں تک کہ سب کے سب مارے گئے ۔ حضرت علی نے خارجی مقتولین میں اس شخص کی تلاش کی جس کی بابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی کی تھی ۔ چنانچہ اس کی لاش مل گئی اور اس میں تمام وہ علامات موجود تھیں جو حدیث میں بیان کی گئی ہیں ۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا ۔ اللہ اکبر ۔ اللہ کے رسول نے بالکل صحیح ارشاد فرمایا تھا میدان جنگ میں چار سو زخمی تھے ۔ انھیں آپ نے تیمارداری کے لئے کوفہ میں ان کے رشتہ داروں کے حوالہ کردیا ۔ فتح کے بعد اب حضرت علی نے شام پر حملہ کرنیکا ارادہ کیا ۔ تو لوگوں نے عرض کی کہ ہمارے تمام تیر گذشتہ جنگ میں ختم ہو گئے ۔ ہماری تلواریں کند ہو گئیں ۔ اور نیزے بیکار ہو گئے اسلحہ درست کرنیکی مہلت دیجئے ۔ حضرت علی نے انکی خاطر بمقام نخیلہ قیام کیا مگر لوگ تیار ہونے کی بجائے آہستہ آہستہ چھپ چھپ کر گھروں کو جانے لگے یہانتک کہ انکے ساتھ صرف ایکہزار کی جمعیت رہ گئی یہ حال دیکھ کر حضرت علی

بھی کوفہ میں آکر مقیم ہو گئے۔

مسئلہ مصر

اہل خربتا

حضرت قیس بن سعد انصاری نہایت بلند پایہ اور ذی اثر صحابی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اکثر غزوات میں انصار کے علم بردار رہے تھے۔ اور حضرت علی کے مخصوص حامیوں میں سے تھے۔ انھیں حضرت علی نے ۳۶ھ کے ابتدا ہی میں مصر کا والی بنا دیا تھا یہ نہایت عقل مند مدبر اور تجربہ کار امیر تھے۔ انھوں نے اپنی حکمت عملی اور حسن تدبیر سے تمام مصریوں کو حضرت علی کا طرف دار بنا دیا۔ صرف ایک جماعت حضرت علی کی خلافت کو ناجائز خیال کرتی تھی۔ اس لئے کہ انھوں نے حضرت عثمان کا قصاص نہیں لیا تھا۔ یہ لوگ سب کے سب بمقام خربتا مقیم تھے۔ ان لوگوں کی درخواست پر حضرت قیس نے ان سے کچھ تعرض نہ کیا۔ اور انھیں امن وسکون سے زندگی بسر کرنے کی اجازت دے دی۔

جنگ صفین کی تیاریوں کے دوران میں امیر معاویہ کو خوف پیدا ہوا کہ اگر قیس بن سعد نے مصری فوج کے ساتھ شام پر حملہ کر دیا۔ اور دوسری طرف سے عراقی فوجیں آگئیں تو ہم کسی کا بھی مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ اس لئے انھوں نے قیس کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے خط لکھا۔ انھوں نے گول مول جواب دیا تو امیر معاویہ اس نتیجہ پر پہنچے

لہ ان سے کام نہیں نکلے گا۔ ان کے ہٹانے کی تدبیر کرنی چاہیئے۔ چنانچہ اُنھوں نے مشہور کرنا شروع کر دیا کہ قیس بن سعد ہمارے طرفدار نہیں ہوتے ہوتے یہ بات حضرت علی تک بھی پہونچ گئی اور محمد بن ابی بکر نے اسے اور بھی بڑھا چڑھا کر بیان کیا۔ اور اہل خربتا کا واقعہ اپنی تائید میں پیش کیا کہ وہ ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کر رہے ہیں۔ اور ان کے وظائف بھی بند نہیں کئے۔

حضرت علی ان افواہوں کی وجہ سے بدگمان ہو گئے۔ اور حضرت قیس کو لکھا کہ خربتا والوں سے بیعت لیں۔ اور اگر وہ انکار کریں تو ان سے جنگ کریں حضرت قیس نے جواب دیا کہ ان کی تعداد دس ہزار ہے۔ اور سب کے سب اعیان و شرفائے مصر میں سے ہیں۔ بسر بن ارطاۃ، مسلمہ بن مخلد۔ اور معاویہ بن خدیج جیسے تجربہ کار جنگی لوگ ان میں موجود ہیں۔ ان کو اسی حالت پر رہنے دینا ہی قرین مصلحت ہے۔ حضرت علی نے زیادہ اصرار کیا تو وہ مستعفی ہو گئے

اب مصر کی امارت محمد بن ابی بکر کو ملی۔ انھوں نے اپنی کم سنی اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے بہت جلد مصر میں شورش پھیلا دی۔ اہل خربتا بھی ان کی چھیڑ چھاڑ سے آمادہ جنگ ہو گئے۔ اسی دوران میں صفین کی لڑائی شروع ہو گئی اور دونوں فریق نتیجہ کے انتظار میں خاموش رہے۔ جب خربتا والوں کو حضرت علی کی صفین سے واپسی کی اطلاع ملی تو وہ خم ٹھوک کر محمد بن ابی بکر کے مقابلہ پر آ گئے اور مصری فوجوں کو شکست پر شکست دینی شروع کی۔

ان حالات کی اطلاع حضرت علی کو ہوئی تو اُنھوں نے جزیرہ کے والی اشتر نخعی کو مصر کا والی بنا دیا۔ مگر وہ راستہ ہی میں انتقال کر گئے۔ اس لئے مصر کی امارت بدستور محمد بن

ابی بکر ہی کے ہاتھ میں رہی۔

امیر معاویہ نے خربتا والوں کو لکھا کہ آپ ہرگز نہ گھبرائیں۔ میں آپ کی پوری پوری مدد کرونگا۔ چنانچہ عمرو بن العاص کو چھ ہزار فوج دے کر مصر کی طرف روانہ کر دیا محمد بن ابی بکر ان کے مقابلہ کو نکلے۔ مگر ان کے اکثر ساتھی یا تو مارے گئے۔ یا جان بچا کر بھاگ گئے۔ محمد بن ابی بکر نے بھاگ کر ایک ویران کھنڈر میں پناہ لی۔ مگر معاویہ بن خدیج نے انھیں پکڑ کر قتل کر دیا۔ اس طرح ۳۸ھ میں مصر کی قسمت کا فیصلہ ہو گیا۔ حضرت علی اپنی مجبوریوں کی وجہ سے کچھ نہ کر سکے۔ بڑی مشکل سے دو ہزار آدمی مصر جانے کے لئے جمع کئے تھے کہ محمد بن ابی بکر کے قتل کی خبر مل گئی آپ کو ان کے قتل سے بڑا صدمہ ہوا۔

اہل بصرہ

مصر کی فتح نے امیر معاویہ کا حوصلہ بڑھا دیا۔ اسی سال انھوں نے عبداللہ بن حضرمی کو بصرہ بھیجا جنھوں نے بنو تمیم اور قریباً تمام اہل بصرہ کو امیر معاویہ کا طرف دار بنا دیا۔ اور حضرت علی کے عامل زیاد کو حدان میں پناہ گزین ہونا پڑا حضرت علی نے اس کے جواب میں جاریہ بن قدامہ کو بھیجا۔ انھوں نے ابن حضرمی اور اس کے ساتھیوں کو گھیر کر کے ان کے مامن میں آگ لگا دی۔ اہل بصرہ ان کے مطیع و فرماں بردار بن گئے۔ اور حضرت علی نے بھی ان سب کو معاف کر دیا۔

خارجیوں کا خاتمہ

اگرچہ نہروان کی جنگ میں خارجیوں کا زور ٹوٹ گیا تھا۔ مگر پھر بھی خریت بن راشد مجوسیوں، مرتدوں، اور نومسلموں کو اپنے ساتھ ملا کر لوٹ مار کرتا پھرتا۔ اور ذمیوں کو بغاوت پر آمادہ کرتا۔ حضرت علی کی فوجوں نے ماہر سنر کی پہاڑیوں میں ان کا خاتمہ کر دیا۔

یرمعاویہ اس حقیقت سے خوب واقف تھے کہ حضرت علی اپنی داخلی مصیبتوں میں گرفتار ہیں
وران کے طرف دار بالکل بے حس ہو کر گھروں میں بیٹھ گئے ہیں۔ اس لئے انھوں نے
۳۹ھ میں حجاز۔ عراق اور جزیرہ کی طرف اپنی فوجیں بھیجنا شروع کر دیں۔ چنانچہ نعمان
ن بشیر نے دو ہزار کی جمعیت کے ساتھ عین التمر پر۔ سفیان بن عوف نے چھ ہزار فوج کے
ساتھ انبار اور مدائن پر، عبداللہ بن سعدہ فزاری نے ایک ہزار سات سو کے ساتھ تیمار
پر ضحاک بن قیس نے واقصہ کے زیرین حصہ پر۔ اور بُسر بن ارطاۃ نے مدینہ پر قبضہ کیا۔ یہاں
سے وہ یمن کی طرف بڑھا۔ حضرت موسیٰ اشعری نے وہاں کے عامل کو خفیہ طور پر بسر کے آنے
کی اطلاع کر دی۔ مگر باوجود اس کے وہ کوفہ چلا گیا۔ اور بسر نے صنعاء پر قبضہ کرکے اہل
یمن سے امیر معاویہ کے لئے بیعت لے لی۔

ایسی بے ربطی کو دیکھ کر کرمان و فارس کے عجمیوں نے بھی خراج ادا کرنے سے انکار کر دیا۔
اور عمال کو نکال دیا۔ حضرت علی نے مشورہ کرکے زیاد بن ابیہ کو عجم کی مہم پر روانہ کیا۔ جنھوں
نے بہت جلد بغاوت فرو کرکے تمام ایران، فارس اور کرمان میں امن و امان قائم کر دیا

فتوحات

آپ نے دیکھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو داخلی فتنوں اور خانگی جھگڑوں نے اتنی مہلت
ہی نہ دی کہ وہ ممالکت اسلام میں کچھ اضافہ کرتے۔ مگر باوجود اس کے وہ اپنے فریضہ سے
غافل نہیں رہے سیستان اور کابل میں بعض عرب خود مختار ہو گئے تھے۔ آپ نے ان
پر قابو حاصل کرکے آگے قدم بڑھایا۔ اور دوسری جانب ۳۸ھ میں بحری راستہ سی مسلمانو
کو ہندوستان پر حملہ کرنے کی اجازت دی۔ چنانچہ اسلامی فوج نے سب سے پہلے
کوکن پر حملہ کیا۔

تین خارجی

دینائے اسلام کی خانہ جنگیوں سے تنگ آ کر تین خارجی حج کے موقع پر ایک جا ہوئے اور مشورہ کے بعد آپس میں یہ طے کر لیا کہ جب تک علیؓ معاویہ، اور عمرو بن العاص کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ امن قائم نہیں ہو سکتا۔ اس لئے عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی نے حضرت علیؓ کے قتل کا ذمہ لیا۔ نزال نے معاویہ کے ختم کرنے کا عہد کیا۔ اور عبداللہ نے عمرو بن العاص کے مارڈالنے کا عزم کیا اس مہم کے لئے ۱۷ رمضان کی تاریخ مقرر کی گئی۔

اس قرارداد کے مطابق تینوں اپنی اپنی منزل مقصود کو روانہ ہو گئے۔ مقررہ تاریخ پر دمشق میں نزال نے امیر معاویہ پر اس وقت حملہ کیا جب وہ مسجد کے دروازہ سے نکل رہے تھے۔ مگر انھیں معمولی زخم آیا۔ اور چند روز کے بعد اچھے ہو گئے۔ اس کے بعد سے اُنھوں نے مسجد میں مقصورہ بنوالیا اور ہر وقت محافظ ساتھ رہنے لگے یہاں تک کہ نماز پڑھتے وقت بھی دو مسلح سپاہی دونوں طرف کھڑے رہتے۔

عمرو بن العاص اس روز بیمار تھے۔ اُنھوں نے اپنی جگہ خارجہ بن حذافہ کو نماز پڑھانے کے لئے بھیج دیا۔ عبداللہ گھات میں بیٹھا ہوا تھا۔ انھیں عمرو بن العاص سمجھ کر ان پر حملہ کر دیا۔ اور وہ شہید ہو گئے۔

سانحۂ شہادت

عبدالرحمٰن بن ملجم اپنے گھر والوں کو خبر کئے بغیر کوفہ آ گیا یہاں تیم رباب کے قبیلہ کے کچھ لوگ تھے۔ جن کے دس آدمی جنگ نہروان میں حضرت علیؓ کی فوج نے قتل کئے تھے انھیں میں شجنہ اور اس کا بیٹا بھی تھا۔ شجنہ کی بیٹی قطام بھی یہیں رہتی تھی۔ ابن ملجم بھی اسی قبیلہ میں آ کر ٹھہرا۔ اس کے جمال پر فریفتہ ہو گیا۔ اور اسے نکاح کا پیغام دیا۔ قطام نے

شادی کا وعدہ اس شرط کے ساتھ کیا کہ حضرت علی کا سر ایک غلام - ایک لونڈی - اور تین ہزار درہم مہر ہو -

ابن ملجم نے کہا - میں تو اسی کام کے لئے آیا ہوں - اب یہ راز فاش نہ ہونے پائے مقررہ تاریخ پر یہ بدبخت ترین انسان مسجد میں جا کر سو گیا - صبح کی نماز پڑھنے کے لئے حضرت علی مسجد میں تشریف لائے تو اس کو جگایا - اور خود نماز میں مصروف ہو گئے اس کے پاس زہر میں بجھی ہوئی تلوار تھی - جب وہ سجدہ میں گئے تو اس نے اس زور سے تلوار کا ہاتھ مارا کہ سر مبارک زخمی ہو گیا - لوگوں نے حملہ آور کو فوراً گرفتار کر لیا -

حضرت علی نے امام حسن اور امام حسین کو بلا کر مفید و کار آمد نصیحتیں کیں - محمد بن الحنفیہ کے ساتھ خاص طور پر سلوک کرنے کی ہدایت کی - لوگوں نے پوچھا کہ آپ کے بعد امام حسن کو خلیفہ بنا دیں ؟ آپ نے فرمایا - میں اس کی بابت کچھ نہیں کہتا - قاتل کی نسبت فرمایا کہ اس سے معمولی طور پر قصاص لینا - دوسرے لوگ نہ قتل کئے جائیں اور اس کا مثلہ بھی نہ کرنا -

یہ زخم بہت خطرناک تھا - تین دن کے بعد آپ ملاء اعلیٰ کی طرف تشریف لے گئے امام حسن نے اپنے ہاتھ سے تجہیز و تکفین کی اور ان کے جنازہ پر چار کی بجائے پانچ تکبیریں کہیں - اور عزمی نام کوفہ کے قبرستان میں اس آفتاب ہدایت کو خاک میں چھپا دیا - انا للہ و انا الیہ راجعون -

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت چار سال کچھ کم دن نو ماہ رہی -

سید شباب اہل الجنۃ

آپ کی وفات کے بعد لوگوں نے حضرت امام حسن کے ہاتھ پر بیعت کی - مگر آپ نے

مصالح عامہ کو پیش نظر رکھ کر امیر معاویہ سے صلح کی خواہش کی اُنھوں نے سادہ کاغذ پر دستخط کر کے ان سے کہا کہ جو شرطیں آپ چاہیں اس پر تحریر کر دیں آپ نے لکھا۔

(۱) اہل عراق کو امن عام دیا جائے۔

(۲) گزشتہ لڑائیوں میں جو لوگ آپ سے لڑ چکے ہیں۔ ان سے کوئی انتقام نہ لیا جائے

(۳) اہواز کا خراج مجھے ملا کرے

(۴) میرے بھائی حسین کو ۲۰ لاکھ درہم سالانہ وظیفہ دیا جائے۔

(۵) عطایا میں بنی ہاشم کو دوسرے لوگوں پر تقدیم ہو۔

امیر معاویہ نے بلا پس و پیش ان تمام شرائط کو قبول کر لیا۔ اور اس طرح تمام دنیائے اسلام تفرقہ اور اختلاف کے بعد پھر ایک مرتبہ متحد ہو گئی اسی بنا پر اس سال کو عام الجماعۃ کہتے ہیں۔ ربیع الاول ۴۱ھ میں یہ عہدنامہ مکمل ہوا۔ اور اس روز رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے یہ الفاظ اپنی حقانیت کے ساتھ روشن ہوئے کہ میرا یہ بیٹا سید ہے۔ اُمید ہے کہ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح و اتحاد قائم ہو جائے گا۔

ازواج و اولاد

حضرت علی نے مختلف اوقات میں حسب ذیل نکاح کئے۔ جن سے یہ اولاد ہوئی

(۱) فاطمہ بنت الرسولؐ ان کی زندگی میں آپ نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ آپ سے امام حسن۔ امام حسین زینب کبریٰ اور ام کلثوم کبریٰ تھیں۔

(۲) ام البنین بنت حزام، عباس، جعفر، عبد اللہ اور عثمان، پیدا ہوئے اُن میں سے عباس کے سوا باقی سب کے سب حضرت امام حسین کے ساتھ کربلا میں شہید ہو گئے۔

(۳) لیلیٰ بنت مسعود، عبد اللہ اور ابوبکر ان سے تولد ہوئے۔

(۴) اسمار بنت عمیس - یحیٰ اور محمد اصغر کی والدہ ہیں
(۵) صہباء بنت ربیعہ - یہ ام ولد تھیں بنی تغلب کے اسیران جنگ میں آئی تھیں - ان سے عمر اور رقیہ پیدا ہوئے - عمر نے پچاس سال کی عمر میں ینبوع میں وفات پائی
(۶) امامہ بنت ابی العاص - یہ حضرت زینب کی صاحبزادی اور آں حضرت کی نواسی تھیں ان سے محمد اوسط پیدا ہوئے -
(۷) خولہ بنت جعفر الحنفیہ، محمد بن علی جو محمد الحنفیہ کے نام سے مشہور ہیں - ان سے تولد ہوئے
(۸) ام سعید بنت عروہ، ام الحسن اور رملہ کبریٰ کی والدہ
(۹) محیاۃ بنت امرؤ القیس ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جو بچپن میں فوت ہو گئی -
ان کے علاوہ کئی ایک لونڈیاں تھیں جن سے حسب ذیل لڑکیاں پیدا ہوئیں -
ام ہانی، میمونہ، زینب صغریٰ، رملہ صغریٰ، ام کلثوم صغریٰ، فاطمہ، امامہ، خدیجہ، ام الکرام، ام سلمہ، ام جعفر، جمانہ، نفیسہ - غرض حضرت علی کی سترہ لڑکیاں - اور چودہ لڑکے تھے - مگر نسل صرف ان پانچ سے چلی - امام حسن، حسین، محمد بن حنفیہ - عباس اور عمر رضی اللہ عنہم -

خانگی زندگی

ابتدا میں محنت، مزدوری اور مال غنیمت پر گذارہ تھا - فتح خیبر کے بعد آپ کو وہاں جاگیر مل گئی - حضرت عمر نے بدری ہونے کی وجہ سے ان کا پانچ ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر کر دیا - جب خود خلیفہ ہو گئے تو بیت المال سے بقدر ضرورت وظیفہ ملنے لگا - آپ کی تمام آمدنی فقرا اور مساکین پر خرچ ہو جاتی تھی - آپ سادہ طور پر رہتے - اور روکھا پھیکا کھاتے - عمامہ بہت پسند کرتے، تہمد نصف ساق تک ہوتی اور پیوند لگے ہوئے

کپڑے پہن لیئے۔

آپ نہایت حیادار تھے۔ جنگ احد میں ایک کافر پر حملہ کیا۔ اس حملہ سے اس کے اوسان اس قدر خطا ہو گئے کہ اس کو اپنے جسم کا بھی ہوش نہ رہا اور ننگا ہو گیا۔ حضرت علی نے دیکھا تو اس کو واپس چھوڑ کر لوٹ آئے۔

اصابت رائے۔

حضرت علی نہایت صائب الرائے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق ہر بات میں ان سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ نہاوند کی جنگ میں حضرت عمر بہت متوشش تھے۔ آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ مگر سب سے بہتر رائے آپ کو حضرت علی کی معلوم ہوئی انھوں نے فرمایا کہ اگر شام سے فوجیں ہٹ گئیں تو دشمن ان مفتوحہ مقامات پر قابض ہو جائے گا اور اگر آپ مدینہ سے باہر چلے گئے تو عرب میں انار کی پھیل جائے گی۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ یہاں سے نہ ہلیں۔ اور دوسرے مقامات سے ایک ایک ثلث فوجیں میدان جنگ کو روانہ کر دی جائیں۔ حضرت عمر نے فرمایا میرا بھی یہی خیال تھا۔

رسول اللہ نے آپ کی اصابت رائے کی خاص طور پر تعریف کی ہے۔ آپ یمن کے قاضی مقرر کئے گئے۔ اور بہترین قاضی تسلیم کئے گئے۔ آپ نے جن مقدمات کا جو فیصلہ کیا دربار رسالت نے بھی ان کو ویسا ہی قائم رکھا یہاں پر آپ کے چند فیصلے نقل کئے جاتے ہیں کہ جوہر شناس آپ کی خداداد قابلیت کا اندازہ کر سکیں

چند لوگوں نے ایک شخص کو چوری کے جرم میں آپ کے سامنے پیش کیا۔ اور دو گواہ بھی پیش کر دئے۔ حضرت علی نے گواہوں کو دھمکایا کہ اگر تمہاری شہادت غلط ثابت ہوئی تو تمہیں سخت سزا دونگا۔ پھر کام میں لگ گئے فراغت کے بعد کیا دیکھتے ہیں کہ دونوں

گواہ چل دے۔ آپ نے ملزم کو بے گناہ پا کر چھوڑ دیا۔

ایک اور دلچسپ مقدمہ آپ کے سامنے لایا گیا۔ دو شخص ہم سفر تھے۔ ایک کے پاس تین اور دوسرے کے پاس پانچ روٹیاں تھیں دونوں مل کر کھانے کو بیٹھے تو ایک اور مسافر آکر ان کے ساتھ شریک ہو گیا۔ اور چلتے وقت اپنے حصہ کی روٹیوں کی قیمت آٹھ درم ادا کر دی۔ پانچ روٹی والے نے اپنی پانچ روٹیوں کی قیمت پانچ درم رکھ کر باقی تین درم دوسرے کو دینا چاہا ہے۔ مگر وہ راضی نہ ہوا۔ اور نصف قیمت طلب کی اب یہ مقدمہ حضرت علی کی خدمت میں پیش ہوا۔ آپ نے دوسرے سے فرمایا کہ تم اپنے ساتھی کا فیصلہ قبول کر لو تمھیں نفع مل رہا ہے۔ مگر اس نے انکار کیا کہ حق کے ساتھ جو مل جائے۔ وہ بہتر ہے۔ حضرت علی نے فرمایا تو حق یہ ہے کہ تم ایک درم کے اور تمہارا ساتھی ۷ درم کا مستحق ہے۔ یہ فیصلہ سن کر وہ حیران و ششدر رہ گیا حضرت علی نے فرمایا۔ تم تین آدمی تھے۔ تمہاری تین اور تمہارے رفیق کی پانچ روٹیاں تھیں۔ تم دونوں نے برابر کھالیں اور تیسرے کو بھی برابر کا حصہ دیا۔ تمہاری روٹیوں کے حصے تین جگہ کئے جائیں تو ۹ ہوتے ہیں۔ اور تمہارے ساتھی کی پانچ روٹیوں کے تین تین ٹکڑے ہوں تو وہ ۱۵ بنتے ہیں اور دونوں کا مجموعہ ۲۴ ہوتا ہے۔ تینوں میں سے ہر ایک نے برابر ٹکڑے کھائے تو ہر ایک کو ۸ ٹکڑے ملتے ہیں تم نے اپنے ۹ میں سے ۸ تو خود کھائے۔ اور ایک تیسرے مسافر کو دیا۔ تمہارے ساتھی نے ۸ ٹکڑے کھائے اور باقی ۷ تیسرے کو دیئے۔ اس لئے تم ایک درم اور تمہارا ساتھی سات درم کا حق دار ہوا۔

ملکی نظم و نسق

حضرت علی اپنے عہد خلافت میں حضرت عمرؓ کے نقش قدم پر چلنا چاہتے تھے۔ اور انھوں نے جو انتظامات کر دئیے تھے۔ ان میں کوئی تبدیلی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ نجران کے یہودیوں نے آپ سے درخواست کی کہ آپ انہیں حجاز میں آباد ہونے کی اجازت دیں، جو ان کا آبائی وطن تھا۔ مگر آپ نے ارشاد فرمایا۔ میں ہرگز اجازت نہیں دے سکتا۔ حضرت عمرؓ کا فیصلہ نہایت صحیح تھا۔

آپ اپنے عمال کی بھی نہایت سخت نگرانی کرتے تھے۔ اور ان سے پائی پائی کا حساب مانگتے تھے۔ اور اس میں قریب اور بعید کا کوئی امتیاز نہ تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس والی بصرہ نے بیت المال سے ایک بہت بڑی رقم لے لی تھی تو حضرت علی نے ان سے سختی کے ساتھ مطالبہ کیا۔ وہ ڈر کر بصرہ سے چلے گئے

گذشتہ پر ایک نظر

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا تمام زمانہ فتنہ و فساد، اختلاف و تفریق اور شورش و خانہ جنگی ہی میں گذرا۔ اور ایک لمحہ کے لئے بھی سکون و اطمینان نصیب نہ ہوا کہ داخلی اصلاح اور توسیع مملکت کی طرف توجہ کرتے۔ وہی لوگ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں تھے۔ جو برابر ان کے اشاروں پر چلتے تھے۔ حالانکہ شیخین خاندان رسالت سے کوئی قریبی تعلق نہیں رکھتے تھے۔ مگر خلافت مرتضوی میں ان لوگوں کی وفاداری مخالفت سے تبدیل ہوگئی

اگر آپ گذشتہ پر غائر نظر ڈالیں تو اس سوال کا تفصیلی جواب انھیں اوراق میں مل جائے گا۔ ہم یہاں پر چند اشارات اجمالی طور پر کرتے ہیں کہ حقیقت واشگاف ہو جائے۔

(۱) زمانہ تبدیل ہو چکا تھا۔ لوگوں کی طبیعت میں بہت بڑا انقلاب پیدا ہو گیا تھا۔ اور حضرت علی اپنے ورع و تقویٰ کی بنا پر عدل و انصاف اور امانت کے ساتھ حکومت کرنا چاہتے تھے آپ اپنے عمال سے پائی پائی کا حساب طلب کرتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے طرف دار اور رشتہ دار بھی ان سے جدا ہو گئے

(۲) ان کے طرف داروں کے خیال میں پورا اتحاد نہیں تھا۔ عبداللہ بن سبا کا عقیدہ تھا کہ حضرت علی انسان سے بالاتر ہستی ہیں۔ بلکہ بعض ان کو خدا بھی کہنے لگے۔ ان لوگوں کو حضرت علی نے نہایت ہی عبرت انگیز سزائیں دیں۔ مگر اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ جنگ جمل میں صلح کا امکان تھا۔ مگر انھوں نے سبقت کر کے جنگ شروع کر دی۔

(۳) ایک جماعت قاریوں اور حفاظ کی تھی جس کو قرآن کے مفہوم سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اس کے سامنے صرف قرآنی الفاظ کی مطابقت تھی۔ تحکیم کے بعد یہی جماعت خارجی فرقہ کی شکل میں ظاہر ہوئی۔

(۴) معرکہ صفین میں حضرت علی فتح و کامرانی کے بالکل قریب پہونچ چکے تھے کہ دشمن کی چال نے ان میں تفریق پیدا کر دی۔ اور ثمرات فتح سے بالکل محروم کر دیا۔ اس کی وجہ سے حضرت علی کے وفا شعار دوستوں کے ارادے بھی پست ہو گئے۔

(۵) حضرت علی کو اپنی اصابت رائے کا اس درجہ یقین تھا کہ دوسروں کی مخالفت کی بالکل پروا نہیں کرتے تھے۔ اور شوریٰ کو بالکل ترک کر دیا تھا۔ جو حضرت ابوبکر۔ عمر اور عثمان کا طریق کار تھا۔ ایک دفعہ حضرت طلحہ اور زبیر نے بعیت کے بعد آپ سے اس بات کی شکایت بھی کی تو آپ نے فرمایا کہ ایسا کونسا معاملہ ہے۔ جس کی کنہ و حقیقت تک پہنچنے سے میں قاصر رہا جو تمھیں مشورہ کے لئے بلاتا۔ میرے لئے کتاب و سنت کافی ہے مجھے تمہاری

امداد کی کوئی ضرورت نہیں

(۶) عنان خلافت ہاتھ میں لیتے ہی آپ نے عمال عثمان کے عزل کے فرمان صادر کر دیئے آپ کے خیر خواہوں نے اس سے روکا۔ مگر آپ نے کسی کا مشورہ قبول نہ فرمایا۔

(۷) آپ کو اہل عراق پر قابو حاصل کرنے کے لئے سخت گیر ہونے کی ضرورت تھی۔ مگر آپ ایسا نہیں کر سکتے تھے کیوں کہ وہی لوگ تھے جنہوں نے آپ کو خلیفہ بنایا تھا۔ اب وہ اس وجہ سے آپ پر حاوی تھے۔ اور آپ کے اعمال پر نکتہ چینی کرتے تھے۔ چنانچہ ان سے تنگ آکر آپ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ! مجھ کو ان سے بہتر لوگوں میں پہنچا دے اور ان کے اوپر کسی ظالم کو مسلط کر۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت علی کی ذات گرامی اعلیٰ ترین اخلاق و محاسن کی جامع تھی۔ فصاحت و بلاغت میں آپ بے نظیر تھے۔ زہد، ترک دنیا، ایثار و رضا جوئی حق اور عبادت و ریاضت آپ کا طغرائے امتیاز تھا۔ تمام عرب آپ کی شجاعت کا لوہا مانتے تھے۔ بڑے بڑے معرکوں میں آپ بے محابا آگے بڑھتے تھے۔ اور مظفر و منصور واپس لوٹتے تھے۔ لیکن افسوس کہ مندرجہ بالا اسباب کی بنا پر آپ کا زمانۂ خلافت شورش اور خانہ جنگی کا عہد ہو گیا۔ اور دنیا آپ کے فیوض و برکات سے محروم رہ گئی۔

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَعَنْ كُلِّ الصَّحَابَةِ اَجْمَعِيْن